پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

بچوں کا اسلام

1045

اتوار 29 محرم 1444ھ
مطابق 28 اگست 2022ء

ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے
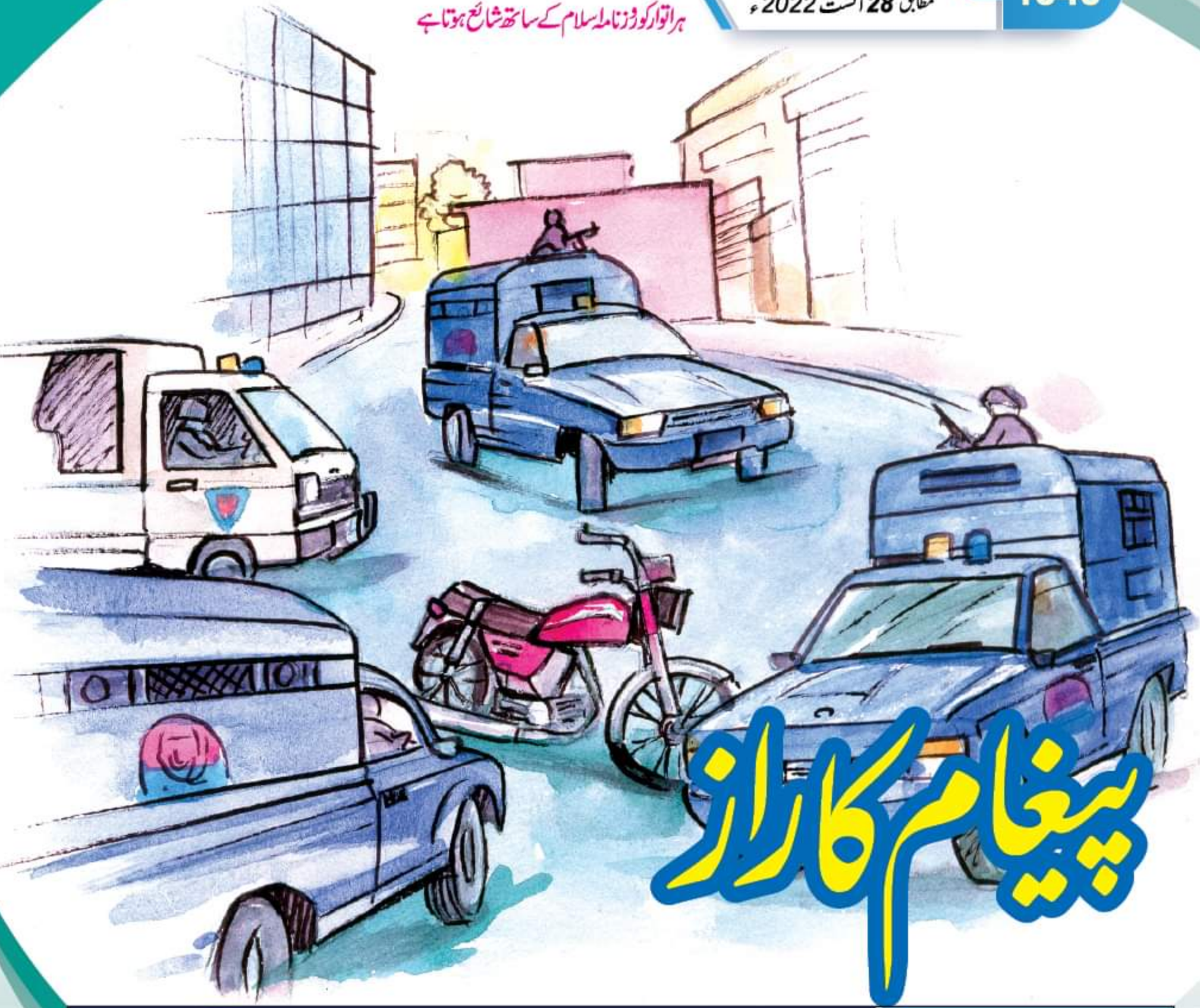
پیغام کا راز

القرآن

نعمت الٰہیہ کی پہچان

وہ لوگ خدا کی نعمت کو پہچانتے ہیں، پھر بھی اس کے منکر ہو جاتے ہیں اور زیادہ ان میں ناشکرے ہیں اور آپ کہہ دیجیے کہ سب خوبیاں خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ثابت ہیں۔

{سورۃ النحل: آیت، 83}

الحدیث

اللہ کی یاد

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے ابن عباس! اپنے پروردگار کو کسی حالت میں نہ بھلا، ہر وقت اللہ کی طرف توجہ اور دھیان رکھ، گویا وہ تیرے سامنے ہے۔ اگر تُو خوشی، راحت اور آسانی کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرے گا تو غمی، پریشانی اور مشکل گھڑی میں تجھے بھی وہ نہیں بھلائے گا اور تیری مدد کرے گا۔ جب تجھے کسی قسم کی کوئی بھی مشکل اور حاجت درپیش ہو تو صرف اسی کے سامنے دستِ سوال پھیلا اور مدد درکار ہو تو اسی سے مدد طلب کر، وہ ضرور دے گا اور ضرور مدد کرے گا۔ (رواہ احمد)

دستک

نیت کا اثر اور قومی آفت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

نیت میں کھوٹ ایسی بری شے ہے کہ رحمت، زحمت اور نعمت، آفت بن جایا کرتی ہے۔ خصوصاً بادشاہوں کی نیت کا اثر تو ملک کی ہر شے پر پڑتا ہے۔

جی ہاں! بادشاہوں کی نیت خراب ہو جائے تو دفینے بجائے جواہرات اگلنے کے خون اگلنے لگتے ہیں اور موسم بہار میں بھی شجر تر خنے، پھول سلگنے لگتے ہیں!

جبکہ اس کے برعکس حکمرانوں کی نیت اچھی ہو تو پھر سنا ہے کرشمے رونما ہوتے ہیں۔ صحراؤں میں پھول کھلتے اور خونخوار بھیڑیے، بھیڑوں کی حفاظت کرتے نظر آتے ہیں۔ اس پاک سرزمیں میں کبھی یہ کرشمے ہوتے ہوں گے مگر اب شاید نہیں ہوتے۔

صرف ایک پانی کو لیجیے جو سرچشمۂ حیات ہے اور گویا دنیا کی سب سے بڑی مادی دولت! اور یہ دولت پاکستان کو اتنی وافر مقدار میں ملی ہے کہ دنیا کے اکثر ممالک اس کی بس تمنا ہی کر سکتے ہیں۔ ایک عظیم دریا، چار بڑے اور بیسیوں چھوٹے دریا، سیکڑوں جھیلیں اور ہزاروں چشمے جھرنے قطبین سے باہر دنیا کے سب سے بڑے گلیشیر اور گیارہ سو کلومیٹر طویل سمندری ساحل، لاکھوں ٹن برف کی دوشالہ اوڑھے کھڑی بلند چوٹیاں اور مون سونی شاندار محلِ وقوع......!

قدرت کی اِن تمام مہربانیوں کے باوجود مگر زمینی حقیقت تو یہ ہے کہ ملک کے سب سے بڑے شہر کراچی میں جو ملک کا معاشی حب بھی ہے، میٹھا پانی سارا سال ہزاروں روپے خرچ کر کے ٹینکر مافیا سے خریدنا پڑتا ہے۔

اور یہاں بلوچستان، کیرتھر اور چولستان میں ہر سال نئے المیے جنم لیتے ہیں۔ گندے پانی سے جہاں بیمار انسان خون تھوکتے اور ہزاروں مویشی پیاس سے تڑپتے مر جاتے ہیں۔

اور پانیوں کے اِن خزانوں کو تو چھوڑیے، ستم ظریفی یہ ہے کہ ساون بھادوں میں جب قدرت مہربان ہو کر آبادیوں پر اور جنگلوں، ویرانوں میں صاف اور میٹھے پانی کے گویا آسمانی دہانے کھول دیتی ہے۔ چھاجوں مینہ برستا ہے اور ہفتوں برستا ہے تو ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ نت نئے ڈیم اور مصنوعی جھیلیں بنا کر اس آسمانی دولت کو پورے سال کے لیے ذخیرہ کر لیا جاتا، جس سے وطن کی مٹی زرخیز ہو کر، رنگوں اور خوشبوؤں میں ڈھل کر پاکستان کو جنت نظیر گلستان کا روپ دیتی۔

مگر ہوتا کیا ہے؟

ہوتا یہ ہے کہ ہماری عشروں کی مجرمانہ غفلت کی بدولت یہ دولتِ آب، سیلِ آب کی صورت ہر چند برس گزرتے ہیں کہ ایک قومی آفت بن کر ہمارے سروں پر ٹوٹ پڑتی ہے۔

یعنی ذرا سوچیے کہ جب بارشیں معمول سے کم ہوتی ہیں تو قحط کی آفت، بدنوں اور زمینوں کو بنجر کر دیتی ہے اور جب بارشیں زیادہ ہوتی ہیں تو سیلاب کی آفت غریبوں کے گھر، مال مویشی حتیٰ کہ انھیں بھی اپنے ساتھ بہا لے جاتی ہے۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس آسیب کا سایہ ہم پر پڑ گیا ہے، جو ٹل کے ہی نہیں دیتا۔

قصہ مختصر قارئین یہ ہے کہ ایک بار پھر سیلاب کی آفت کا سامنا ہمارے بے بس وناتواں ہم وطن کر رہے ہیں۔

جنوبی بلوچستان اور جنوبی پنجاب کے سیکڑوں گاؤں آفت زدہ قرار دے دیے گئے ہیں۔ ہزار سے زیادہ قیمتی انسانی جانیں، جن میں مائیں بھی ہیں، باپ بھی، بچے بھی ہیں، بزرگ بھی، اِس سیلاب کی نذر ہو گئے ہیں۔

پھر منظر نامہ یہ ہے کہ ایک طرف اربوں روپے کا یہ قومی نقصان اور سب سے بڑھ کر ہزاروں جانوں کا متوقع نقصان ہے اور دوسری طرف ایوان بالا میں کوئی ہلچل نظر نہیں آتی، ہاں اگر ہلچل کہیں نظر آتی ہے تو صرف سیاست کے جوڑ توڑ میں۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ! اِس بار بھی وہ لوگ جن پر معاشرے کا عضو معطل ہونے کی پھبتی کسی جاتی ہے۔ جنھیں قدامت پسند اور بنیاد پرست کہا جاتا ہے، وہی ہر اجتماعی قومی مصیبت کی طرح اِس بار بھی پہلی صف میں نظر آ رہے ہیں۔ جنوبی پنجاب کے آفت زدہ علاقوں میں دینی اداروں کے ساتھ ساتھ ہمارے بچوں کا اسلام کے پرانے لکھاری جناب طیب امین قیصرانی، جناب مولانا انوار حیدر اور جناب صادق عباس برادران نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر اللہ کے فضل سے کمال کر دکھایا ہے۔ کئی ہفتوں تک دیوانہ وار کام کر کے انھوں نے سیلاب زدگان تک مدد پہنچائی ہے۔

اسی طرح بلوچستان کے سیلابی علاقوں کی بات کی جائے تو مخیر دینی اداروں کے ساتھ ساتھ انفرادی حیثیت میں ہمارے کراچی کے دوستوں مولانا ہارون عادل، مولانا طلحہ عتیق، مولانا جمال اور مولانا عمار خان یاسر نے ماشاءاللہ خدمت کا حق ادا کیا ہے۔ ایک ہفتے تک بے پناہ مشقت جھیل کر انھوں نے پریشان حال سیلاب زدگان تک امداد پہنچائی ہے۔

قارئین عموماً ایسے مواقع پر فون کر کے پوچھتے ہیں کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کرنا چاہیں تو کیسے کریں؟ ہم اُن سے یہی عرض کرتے ہیں کہ اوّل درجے کی بات تو یہ ہے کہ ہمیں خود چل کر اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کے پاس جا کر ان کی مدد کرنی چاہیے۔ جیسا کہ اوپر کچھ سنہرے دل اور اجلے کردار والوں کا ذکرِ خیر ہوا۔

لیکن وہ قارئین جو بوجوہ خود نہیں جا سکتے تو پھر وہ دینی مخیر اداروں کو وسیلہ بنائیں۔ ہم یہاں مستند مخیر ادارے پاک ایڈ ویلفیئر کا نمبر (03000509837) دے رہے ہیں۔ آپ سیلاب زدگان کی مدد کے لیے انھیں عطیات بھیج سکتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ جل شانہٗ ہمارے حکمرانوں کو ہوش کے ناخن عطا فرمائے اور ہمارے دینی بھائیوں کے مشکبار جذبوں کو سلامت رکھے، ان کی مشقتوں کو قبول فرمائے، آمین!

والسلام محمد فیصل شہزاد

مختصر پُر اثر

ظلم اور ریا کاری:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن بہت سی تاریکیوں کا سبب ہوگا اور بخل سے بھی پرہیز کرو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو تباہ کر دیا۔[مسلم]

حضرت محمود ابن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے سے زیادہ خوف تمہارے بارے میں شرک اصغر کا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ شرک اصغر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شرک اصغر ریا (یعنی دکھلاوا) ہے۔[احمد] {بنت غلام رحیم۔قصبہ کالونی کراچی}

پاکیزہ کمائی:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے زیادہ پاک کمائی تاجروں کی کمائی ہے، بشرطیکہ وہ جب بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں اور جب وعدہ کریں تو وعدہ خلافی نہ کریں اور جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کریں اور جب کوئی سامان (کسی سے) خریدیں تو (تاجروں کی عادت کے مطابق) اُس سامان کو بُرا اور خراب نہ بتائیں اور جب سامان فروخت کریں تو (واقعہ کے خلاف) اس کی تعریف نہ کریں اور جب ان کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو ٹلائیں نہیں، اور جب ان کا قرض کسی کے ذمہ ہو تو اس کو تنگ نہ کریں۔''[معارف القرآن ۲/۷۹ ۳]

{اخت محمد ادریس بن خیال گل۔قصبہ کالونی محمد پور کراچی}

مدح صحابہ:

جن دنوں مدح صحابہ اور تبرا ایجی ٹیشن (لکھنؤ) کا زور تھا تو امیر شریعت شاہ جی رحمہ اللہ نے دہلی دروازہ کے باہر ایک عظیم الشان اجتماع سے خطاب فرمایا اور گرجدار آواز میں فرمایا۔''قدح صحابہ کرنے والو! خدا سے ڈرو۔''

اتنے میں دور سے آواز آئی۔''شاہ جی! خدا کا خوف کرو۔سید ہو کر خلافت کے غاصبوں (معاذ اللہ) کی مدح کرتے ہو۔'' بس اس جملے سے شاہ جی جلال میں آگئے، چہرہ تمتما اٹھا۔پھر بلند آواز میں فرمایا۔''میں علی کا بیٹا ہوں اور صدیق، عمر اور عثمان کی مدح کرتا ہوں اور آیندہ بھی کرتا رہوں گا۔تم کون ہو؟ ہائے وہ لوگ جنہیں رسول اللہ کے پہلو میں جگہ ملی ہو تم انہیں گالی دیتے ہو، ظالمو! حشر کے دن آقا کو کیا جواب دو گے؟'' پھر اس کے بعد صحابہ کے فضائل پر وہ تقریر کی کہ کائنات ہمہ تن گوش ہو گئی اور صرف بخاری کے قلندرانہ الفاظ ہی سنائی دیتے تھے۔[نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر] {امّ احمد سدیس۔کراچی}

شیطان کے سوا مومن کے دوسرے دشمن:

شیطان کے سوا مومن کے اور بھی دشمن ہیں جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مومن پانچ آفتوں میں گھرا ہوا ہے:

(۱) مومن اس سے حسد کرتا ہے۔(۲) منافق اس سے بغض رکھتا ہے۔

(۳) دشمن اس سے لڑائی کرتا ہے۔(۴) شیطان اسے گمراہ کرتا ہے۔

(۵) نفس بہکاتا ہے یعنی اسباب ضلالت کی طرف اسے مائل کرتا ہے۔

لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتا رہے کہ وہ اسے دشمنوں پر قوت عطا فرمائے اور اپنے محبوب و پسندیدہ اعمال کی توفیق عطا فرمائے۔

[تنبیہ الغافلین] {اہلیہ قاری محمد طیب طاہر۔ہوشیار پوری}

فخر:

ایک دن کسی نے سلطان غیاث الدین سے پوچھا، آپ اپنے عہدِ حکومت کی کون سی بات اپنے لیے سب سے زیادہ قابل فخر سمجھتے ہیں؟

سلطان نے جواب دیا: ''مجھے سب سے زیادہ فخر اس بات پر ہے کہ ترکستان، ماوراء النہر، خراسان، عراق، آذربائیجان، ایران اور روم کے پندرہ بدقسمت بادشاہ جنہیں چنگیز خان نے ان کے ملکوں سے مار بھگایا تھا، اس وقت دربار دہلی میں میرے مہمان ہیں اور عزت احترام سے یہاں رہتے ہیں۔''

ان میں سے ہر ایک کی رہائش کے لیے محل اور اخراجات کے لیے ماہانہ وظائف منظور کیے گئے تھے، اور شہر کے جن محلوں میں یہ رہتے تھے، ان محلوں کے نام انھی کے ناموں پر رکھے گئے تھے۔

اِن بادشاہوں کے ساتھ اس زمانے کے قابل ترین علماء فضلاء اور ادباء بھی ہندوستان چلے آئے تھے۔شہزادہ خان شاہد کے محل میں اکثر اِن فضلاء کا اجتماع ہوتا تھا، اور ادبی مجالس اور مشاعرے منعقد ہوتے تھے، جن کی صدارت مشہور شاعر امیر خسرو کرتے تھے۔ان کی دیکھا دیکھی دوسرے امرائے سلطنت بھی اپنے ہاں ایسی ہی مجالس منعقد کرنے لگے۔غیاث الدین بلبن کا دور حکومت علم و ادب کی سرپرستی میں بہت ممتاز تھا۔[تاریخ فرشتہ]

{ام حسن و حذیفہ۔لاہور}

خط و کتابت کا پتا دفتر روزنامہ اسلام ناظم آباد کراچی
bkislam4u@gmail.com
021 366 099 83

سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 1200 روپے بیرون ملک ایک میگزین 18000 روپے دو میگزین 20000 روپے

انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

دایاں ہاتھ ناراض کیوں ہوا؟

آمنہ خورشید

یہ کہانی ہے ایک ننھے سے بچے ریحان کی جس کو ہاکی کھیلنا بہت پسند تھا۔

ریحان اپنے گھر کے صحن میں اپنے بھیا کے ساتھ ہاکی کھیلتا۔

اس کی ہاکی سرخ رنگ کی تھی اور لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ یہ ہاکی ریحان کے ابا تھوڑے دن پہلے ہی اس کے لیے لائے تھے۔

اس دن ریحان کی آپی جان کہنے لگیں:

”ریحان! اب تم بڑے ہو گئے ہو۔ کل سے تم میرے ساتھ سکول جاؤ گے۔“

”آہا!......اسکول!“ ریحان نے بائیں ہاتھ سے سیب کھاتے ہوئے کہا۔

”آپی! کیا میں اسکول میں ہاکی کھیل سکتا ہوں؟“

”ہاں کیوں نہیں؟ لیکن تم پھر بائیں ہاتھ سے کھا رہے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو ابا نے تمھیں سمجھایا تھا کہ اچھے بچے سیدھے ہاتھ سے کھانا کھاتے ہیں۔“

”آں ہاں! وہ میں بھول جاتا ہوں آپی!“

پھر ریحان نے جلدی سے سیب کو دائیں ہاتھ میں پکڑا اور بولا: ”بتائیں ناں آپی! اسکول میں ہاکی کھیلنے کے لیے بہت بڑی جگہ ہوتی ہوگی؟“

”جی بالکل! وہاں بڑا سا میدان ہے جو ہاکی فٹ بال اور کرکٹ کھیلنے ہی کے لیے بنایا گیا ہے۔“

ہمم! پھر تو میں ضرور سکول جاؤں گا آپی!“

ریحان نے کہا اور اسکول کے تصور میں وہ پھر سے بائیں ہاتھ سے سیب کھانے لگا۔

☆......☆

بچو! کیا میں نے آپ کو بتایا ہے کہ ریحان شروع ہی سے لیفٹ ہینڈڈ تھا یعنی ہر کام بائیں ہاتھ سے کرتا تھا۔ کھانا کھانا، چیزیں پکڑنا، جھولے سے لٹکنا، پانی کی بوتل اٹھانا حتیٰ کہ ہاکی کھیلنا! سبھی کام وہ بائیں ہاتھ سے کرتا تھا۔

ابا جان اور امی جان دونوں ہی اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکے تھے کہ کھانا تو دائیں ہاتھ سے ہی کھانا چاہیے۔ ننھا ریحان تھوڑی دیر کے لیے سمجھتا، پھر بھول جاتا۔

☆......☆

آج ریحان کا اسکول میں پہلا دن تھا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس نے کلاس میں جاتے وقت ہاکی والا میدان بھی دیکھ لیا تھا۔

”یہاں ہاکی کھیلنے کا کتنا مزہ آئے گا؟“ اس نے سوچا۔

اسکول جاتے ہوئے جب اسے دو ہفتے ہو گئے تو کھیلوں کا ہفتہ شروع ہو گیا۔

اُس دن ایک نئی میڈم کلاس میں آئیں اور کہنے لگیں۔

”جونیئر ہاکی کے لیے کون کون ٹیم میں آنا چاہتا ہے۔ اپنا ہاتھ کھڑا کریں۔“ کچھ بچوں کے ساتھ ریحان نے بھی ہاتھ کھڑا کر دیا۔

اردو کی میڈم جو پہلے سے کلاس میں موجود تھیں، کہنے لگیں:

”ریحان! تم بائیں ہاتھ سے ہاکی کھیلتے ہو بیٹا! اور ہاکی تو دائیں ہاتھ سے ہی کھیلی جانی چاہیے۔“

اعلان کرنے والی میڈم نے یہ بات سنی تو لسٹ میں سے ریحان کا نام کاٹ دیا اور کہنے لگیں: ”کوئی لیفٹ ہینڈڈ بچہ ہاکی ٹیم میں شامل نہیں ہوگا۔“

یہ سن کر ریحان بہت پریشان ہوا۔ اس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔ وہ بہت اداس ہو گیا۔

گھر آ کر بھی ریحان خاموش ہی رہا۔ امی جان کو بہت حیرت ہوئی۔ ویسے تو وہ آتے ہی بیگ ایک طرف رکھتا اور اسکول کی ڈھیر ساری باتیں امی کو بتاتا تھا، لیکن آج اس نے خاموشی سے جوتے اتارے اور بیگ لے کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

جب امی اسے کھانے کے لیے بلانے کے لیے گئیں تو ریحان اداس بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔

”امی جان! میڈم کہتی ہیں کہ میں بائیں ہاتھ سے ہاکی نہیں کھیل سکتا۔“

امی کہنے لگیں۔ ”ہاں بیٹا! ہاکی تو دائیں ہاتھ سے کھیلے جانے والا کھیل ہے۔ کوئی بات نہیں! تم کسی اور کھیل میں حصہ لے سکتے ہو۔ چلو! آؤ! اب کھانا کھالو۔“

ریحان باہر چلا آیا اور بولا: ”لیکن میں سارے کھیل بائیں ہاتھ سے ہی کھیل سکتا ہوں ناں!“

یہ کہتے کہتے اس نے کھانا شروع کر دیا۔ ہمیشہ کی طرح وہ بائیں ہاتھ سے روٹی کا نوالہ بنا رہا تھا۔

”ریحان! میں نے کتنی بار سمجھایا ہے کہ کھانا تو کم از کم دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اچھا! کیا تمھیں پتا ہے کہ تمھارا دایاں ہاتھ تم سے ناراض ہے؟“

”کک کیا! لیکن کیوں امی جان!“

اے اللہ!

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِکَ وَاَتْمِمْ عَلَیْنَا نِعْمَتَکَ وَاَسْبِغْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلِکَ وَاجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْن

یا اللہ! اپنے ذکر سے ہمارے دلوں کے قفل کھول دے اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا کردے، اور اپنے فضل کو پورا کردے اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے بنادے۔ (آمین)

ریحان نے ایک دم لقمہ پلیٹ میں رکھ دیا، پھر وہ سوچنے لگا، کیا واقعی میرا دایاں ہاتھ مجھ سے ناراض ہے؟!

''اس لیے کہ تم کھانا کھاتے وقت ہمیشہ بائیں ہاتھ استعمال کرتے ہو۔ دائیں ہاتھ کا دل کرتا ہے کہ تم اس سے کھانا کھاؤ لیکن تم ایسا نہیں کرتے۔''

یہ کہتے وقت امی مسکرائیں اور باورچی خانے میں چلی گئیں۔

کھانے کے بعد بستر پر جاتے وقت بھی ریحان یہی باتیں سوچ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کو نیند آگئی۔ نیند میں اس نے دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھ آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔

''ہاہاہا! تم نے دیکھا میں ہمیشہ جیت جاتا ہوں۔'' یہ بائیں ہاتھ کی آواز تھی۔

''کوئی بات نہیں! ایک دن آئے گا جب ریحان کھاتے وقت مجھے ہی استعمال کرے گا، تم دیکھ لینا۔'' دایاں ہاتھ بولا۔

''جی نہیں! ریحان کو تو بس مجھے ہی استعمال کرنے کی عادت ہے۔ وہ ہمیشہ بائیں ہاتھ سے ہی کھاتا ہے۔ تمھیں تو وہ پوچھتا بھی نہیں! ہاہا!'' بایاں ہاتھ دائیں ہاتھ کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا۔

دائیں ہاتھ سے کچھ نہیں بولا گیا۔ وہ بے حد اداس ہوگیا تھا۔

''تم ہار گئے! ہی ہی ہی! تم ہار گئے!'' بایاں ہاتھ چلا رہا تھا۔

''نہیں نہیں! دایاں ہاتھ نہیں ہارا، نہیں ہارا!'' ریحان نے چلاتے ہوئے کہا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

اس نے دونوں ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ وہ خاموش تھے۔

ریحان پوری طرح جاگ گیا تھا۔ وہ بستر سے اترا اور باورچی خانے میں چلا گیا۔

''امی! رات کا کھانا کب بنے گا؟''

''ہائیں!'' امی نے حیرت سے اس کی طرف اور پھر گھڑی کی طرف دیکھا، جہاں شام کے پانچ بج رہے تھے۔

''مغرب کے بعد کھانا تیار ہوگا بیٹا! ابھی تم جا کر کھیلو۔''

''اچھا ٹھیک ہے!''

یہ کہہ کر ریحان صحن میں آ گیا۔

جب اس کی نظر سیڑھیوں کے ساتھ پڑی ہوئی ہاکی پر پڑی تو اسے اسکول والی بات یاد آ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''کیا میں کبھی ہاکی کی ٹیم میں شامل نہیں ہو سکوں گا؟''

''ریحان! آج رات کو تمھارے دادا ابو آ رہے ہیں۔ وہ تمھارے کمرے میں رہیں گے۔ اپنے کھلونے سمیٹ کر الماری میں رکھو اور تکیہ اور چادر ٹھیک کر لو۔'' اسی وقت امی نے اسے آواز لگائی۔

''آہا! دادا ابو!'' ریحان کو اپنی سب اداسی بھول گئی۔ وہ دادا ابو کو بہت پسند کرتا تھا اور آج تو وہ رہنے کے لیے آ رہے تھے، سو وہ بہت خوش تھا۔ اس نے جلدی سے سیڑھیوں میں پڑی ہوئی ہاکی اور گیند اٹھائی۔ کمرے میں گاڑی، بلاکس اور دوسرے کھلونے سمیٹے اور سب کچھ الماری میں رکھ دیا، پھر وہ تکیہ اور چادر درست کر کے رکھنے لگا۔

☆......☆

دادا ابو آ چکے تھے اور سب مل کر رات کا کھانا کھا رہے تھے۔

دادا ابو یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ آج ریحان دائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا۔

''ارے ریحان! تمھیں تو شاباش ملنی چاہیے۔ آج تم ماشا اللہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہے ہو۔ بہت اچھی بات ہے، شاباش!''

''جی دادا ابو! وہ ناں میرا دایاں ہاتھ مجھ سے ناراض ہوگیا تھا کیونکہ میں بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتا تھا۔ اب میں ہمیشہ دائیں ہاتھ سے ہی کھانا بھی کھاؤں گا اور سب اچھے کام دائیں ہاتھ سے کرنے کی کوشش کروں گا۔''

دادا ابو یہ سن کر مسکرانے لگے۔

''دائیں ہاتھ سے کھانا پینا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ مجھے یقین ہے تم اس سنت پر ہمیشہ عمل کرتے رہو گے۔''

دادا ابو بولے پھر پوچھا۔

مرا وطن

ایمان کی خوشبو سے معطر مرا وطن
اسلام کی کرنوں سے منور مرا وطن
روشن ہے زمینوں پہ مرے ملک کا پرچم
افلاکِ جہاں کے لیے خاور مرا وطن
ظاہر ہے فراوانی وسائل کی بہرسمت
اللہ کے انعام کا مظہر مرا وطن
ہے ٹکنالوجی کل کی طرح روبہ ترقی
کمتر عدو کے واسطے برتر مرا وطن
سلجھے ہوئے افراد وفادار محافظ
شریں ہے مری قوم تو خوشتر مرا وطن
پنجاب ہے گلشن تو اثر سندھ ہے مسکن
کشمیر ہے آنگن تو مرا گھر مرا وطن

اثر جونپوری

''اچھا! تمھارا اسکول کیسا جا رہا ہے؟''

''اسکول! ہاں وہ تو بہت اچھا جا رہا ہے دادا ابو! لیکن میں وہاں ہاکی نہیں کھیل سکتا۔''

ریحان نے اداسی سے ساری بات بتادی۔

اوہو! کوئی بات نہیں! میرے پاس اس کا حل موجود ہے۔ تم بالکل پریشان نہیں ہو۔''

یہ کہہ کر دادا ابو اٹھے اور ہاتھ دھونے چلے گئے۔

اگلے دن اتوار تھا۔ ریحان کی آنکھ دادا ابو کی آواز سے کھلی جو اسے صحن میں کھڑے بلا رہے تھے۔

''آیا دادا ابو! ریحان نے کہا اور چھلانگ لگا کر بستر سے نکل آیا۔

جب وہ دادا ابو کے ساتھ پچھلے والے دالان میں پہنچا تو حیران رہ گیا۔ یہاں ایک بڑی سی سبز رنگ کی میز رکھی تھی، جس کے درمیان میں سفید رنگ کی چھوٹی سی جالی لگی ہوئی تھی۔ جالی میز کے دائیں بائیں جانب سے باندھی گئی تھی۔

دادا ابو نے ریحان کے ہاتھ میں ایک نارنجی رنگ کا چھوٹا سا ریکٹ پکڑا دیا اور کہنے لگے

''۔میرے پیارے بیٹے! یہ ٹینس کا کھیل ہے۔ یہ جسم اور دماغ دونوں کے لیے بہت اچھا کھیل ہے۔ آج سے تم ٹینس کھیلا کرو۔''

''لیکن...... !دادا ابو! کیا میں بائیں ہاتھ سے کھیل سکتا ہوں؟'' ریحان نے اٹکتے ہوئے پوچھا۔

اس نے واقعی ٹینس کا ریکٹ بائیں ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔

ہاں! کیوں نہیں! بڑے بڑے کھلاڑی جیسے ٹیمو بال، مشل میز اور شوشن دائیں ہاتھ سے ٹینس کھیلتے ہیں اور بہت سارے ایوارڈ بھی جیتتے رہتے ہیں۔

''آہا! زبردست، شکریہ دادا ابو!''

ریحان نے خوشی سے اچھلتے ہوئے کہا اور میز کی دوسری جانب جا کر کھڑا ہو گیا۔

اگرچہ اس کا قد ٹینس کی میز سے کچھ ہی اونچا تھا، لیکن ہمیں یقین ہے بڑے بڑے ایوارڈز جیتنے کے لیے اس کا شوق اور حوصلہ کبھی چھوٹا نہیں پڑے گا۔

☆......☆

بچو! ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب پیے تو دائیں ہاتھ کے ساتھ پیے کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ کے ساتھ کھاتا ہے او ربائیں کے ساتھ پیتا ہے۔ (مسلم)

اور ہاں! اگر آپ بھی لیفٹ ہینڈڈ ہیں اور تو پھر بھی کوئی بات نہیں۔ کوشش کریں کہ تمام اچھے کام تو مثلاً کھانا پینا اور لکھنا وغیرہ تو دائیں ہاتھ ہی سے کریں، لیکن اگر کبھی دوسرے کام بھول بھی جائیں تو کم از کم کھانا پینا تو ضرور دائیں ہاتھ ہی سے کریں۔ ریحان کے دادا ابو کی طرح مجھے یقین ہے آپ بھی دائیں ہاتھ سے کھانے کی سنت پر ہمیشہ عمل کرتے رہیں گے، پھر کھیل تو کوئی سا بھی ہو، اس کے لیے بس ہمت، حوصلہ اور شوق چاہیے ہوتا ہے۔ لیفٹ ہینڈڈ کھلاڑیوں نے اکثر میچ کو جتوانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ آپ بھی کوئی نہ کوئی کھیل لازمی کھیلیں تا کہ آپ جسمانی اور ذہنی طور پر تندرست رہیں۔☆☆☆

شیطان کے 15 دشمن

1	سب سے پہلے اور بڑے دشمن آپ ﷺ ہیں۔
2	عادل بادشاہ اور عادل حکام۔
3	خیر خواہی کرنے والا مومن۔
4	متواضع مال دار۔
5	سچا تاجر۔
6	خشوع والا عالم۔
7	رحم دل مومن۔
8	توبہ کر کے ثابت قدم رہنے والا۔
9	حرام سے پرہیز کرنے والا۔
10	ہمیشہ طہارت سے رہنے والا۔
11	کثرت سے صدقہ کرنے والا۔
12	لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنے والا۔
13	لوگوں کو نفع پہنچانے والا مومن۔
14	قرآن کریم کی باقاعدگی سے تلاوت کرنے والا۔
15	رات کی تنہائی میں تہجد پڑھنے والا۔

محمد طلحہ بلال نفیسی۔ پیر محل

آئیے! دین سیکھیے

8

مولانا ہارون الرشید عادل

سوال: اسلامی سال کا دوسرا مہینہ صفر شروع ہونے والا ہے۔ ہمارے نانی جان اسے ''خالی کا مہینہ'' کہتی ہیں۔ یہ بھی کہتی ہیں کہ اس مہینے میں کوئی خوشی کی تقریب نہیں کرنی۔ ہر سال سوشل میڈیا پر ایک حدیث 'شخص مجھے صفر کے مہینے کے ختم ہونے کی خوشخبری دے گا، میں اسے جنت کی بشارت دوں گا'' بھی خوب بھیجی جاتی ہے۔ اس حدیث کے متعلق بھی بتادیجیے۔

(نعمان علی شہزاد۔ بالاکوٹ)

جواب: صفر المظفر کا مہینہ زمانۂ جاہلیت میں منحوس، آسمانوں سے بلائیں اترنے والا اور آفتیں نازل ہونے والا مہینہ سمجھا جاتا تھا۔ زمانہ جاہلیت کے لوگ اس ماہ میں خوشی کی تقریبات قائم کرنا منحوس سمجھتے تھے، اور قابلِ افسوس امر یہ ہے کہ یہی نظریہ نسل در نسل آج تک چلا آرہا ہے، حالانکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے بہت ہی صاف اور واضح الفاظ میں اس مہینے سے متعلق تمام توہمات کی تردید اور نفی فرمادی تھی۔ نیز شریعت میں کوئی مہینہ ایسا نہیں جس میں خوشی کی تقریب منعقد کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ خود جگر گوشہ رسول سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ سنہ ۲ ہجری صفر الخیر کے مہینے میں ہوا۔ باقی آپ کی ذکر کردہ حدیث موضوع اور دشمنانِ اسلام کی گھڑی ہوئی ہے۔ اس کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کرنا جائز نہیں ہے۔

(استفادہ: دارالافتا: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن)

میرحجاز

21

ڈاکٹر اختر حسین عزمی

بحیرا نے قافلہ والوں سے دعا وسلام کے بعد کہا:

''میری خواہش ہے کہ آپ تمام اہل قافلہ آج شام کو میرے ہاں ماحضر تناول فرمائیں۔ امید ہے آپ میری دعوت قبول فرمائیں گے۔''

بحیرا راہب کے اس طرزِ عمل پر سارا قافلہ سراپا حیرت تھا، بالآخر ایک شخص سے نہ رہا گیا اور اس نے پوچھ ہی لیا:

''شیخ کبیر! آپ کی دعوت قبول کرنے سے کسی کو انکار نہیں لیکن اگر آپ اس طرزِ عمل کی تبدیلی کی وضاحت فرما دیں تو ہمارا اضطراب جاتا رہے کہ پہلے بھی ہم نے بارہا اس خانقاہ کے باہر پڑاؤ کیے ہیں لیکن آپ نے کبھی ہماری طرف توجہ تک نہ کی لیکن اس دفعہ آپ خلاف معمول اپنی خانقاہ سے نکل کر ہمارے پاس آئے اور مزید یہ کہ ہمیں کھانے کی دعوت دے کر ہماری عزت افزائی فرمائی۔''

بحیرا نے بات کو ٹالنے کا انداز اختیار کرتے ہوئے کہا:

''بے شک آپ درست کہہ رہے ہیں لیکن آخر کار آپ ہمارے مہمان ہیں اور اپنے مہمانوں کی عزت و ضیافت کرنا ہمارا بھی فرض ہے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ ہمیں اس بات کا آج زیادہ خیال آ گیا۔''

وقت مقررہ پر قافلے کے افراد خانقاہ میں آنا شروع ہو گئے۔ بحیرا نے خود آگے بڑھ کر سب کا خیر مقدم کیا لیکن اسے وہی لڑکا ان کے درمیان نظر نہ آیا جسے وہ دن میں دیکھ چکا تھا۔

''آپ میں سے کوئی پیچھے تو نہیں رہ گیا؟'' بحیرا نے پوچھا۔

''تمام لوگ آ گئے ہیں سوائے ایک بچے کے۔''

اہل قافلہ کے ایک شخص نے جواب دیا۔

''اسے کیوں چھوڑ آئے ہو؟''

''ہم اسے اونٹوں اور خیموں کے سامان کی حفاظت کے لیے چھوڑ آئے ہیں۔''

''اسے بھی ضرور بلاؤ۔ قافلہ کا کوئی فرد چھوٹا ہو یا بڑا، غلام ہو یا آزاد، سب خانقاہ کی ضیافت میں شریک ہیں۔'' بحیرا نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

ابوطالب نے اپنے بھائی حارث بن عبدالمطلب کو اشارہ کیا۔ وہ باہر گئے اور تھوڑی دیر میں اپنے بھتیجے کو ساتھ لے آئے۔ کھانے کے دوران بحیرا کی نظریں اسی نونہال کے چہرے کا طواف کرتی رہیں۔ جب قافلے والے کھانے سے فارغ ہو کر رخصت ہونے لگے تو بحیرا نے ابوطالب کو رکنے کا اشارہ کیا اور خود چل کر ان کے پاس آیا اور بچے کی نیند اور بیداری کی کیفیات سے متعلق چند سوال و جواب کرنے لگا، جن سے بحیرا کے علم کی تصدیق ہوتی گئی۔

بالآخر بحیرا نے بچے کی پشت دیکھنا چاہی۔ دو کندھوں کے درمیان ابھری ہوئی جگہ دیکھتے ہی بحیرہ نے جھک کر اسے چوم لیا۔

اہل قافلہ میں سے چند ایک نے یہ عمل دیکھا تو کہنے لگے:

''اس راہب کے دل میں ابوطالب کے بھتیجے کی بڑی قدر ہے۔''

اب بحیرا ابوطالب کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا:

''اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟''

''یہ میرا بیٹا ہے۔'' ابوطالب نے کہا۔

''یہ آپ کا بیٹا نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس کے والد کو اب تک زندہ نہیں ہونا چاہیے۔''

''جی آپ نے درست کہا، یہ میرا بھتیجا ہے، اور میں ہی اس کا کفیل ہوں۔''

''اس کے والد کے بارے میں بتائیں۔''

''اس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کے والد فوت ہو گئے تھے۔''

''سچ بات کہی اور اس کی والدہ؟''

''چند سال قبل وہ بھی فوت ہو گئیں ہیں۔''

یہ تمام باتیں سن کر بحیرا نے ابوطالب کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں اور پھر کہنے لگا:

''میرا آپ کو مشورہ ہے کہ آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہوشیار رہیں۔ یہودیوں نے اگر انھیں دیکھ لیا اور انھیں بھی ان باتوں کا علم ہو گیا جن کا علم مجھے ہوا ہے تو وہ انھیں ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے کیونکہ وہ بھی ایک نبی کی آمد کے منتظر ہیں جس کے ذریعے انھیں عزت و سرفرازی ملنے کی امید ہے، لیکن جب وہ اس نبی کی نشانیاں اس بچے میں دیکھیں گے تو وہ اس کے دشمن بن جائیں گے کیونکہ یہ بنی اسرائیل میں سے نہیں ہے۔ آپ کا بھتیجا جہانوں کا سردار اللہ کا رسول ہوگا۔ یہ چیز ہماری کتابوں میں لکھی ہوئی ہے اور ہمارے آباواجداد نے ہمیں یہی بتایا ہے۔''

''آپ کو میرے بھتیجے کے بارے میں یہ سب کیسے معلوم ہوا؟''

ابوطالب نے استفسار کیا تو بحیرا نے کہا۔

''تم لوگ جب گھاٹی کے اس جانب سے نمودار ہوئے تھے تو کوئی بھی درخت یا پتھر ایسا نہ تھا جو سجدے کے لیے جھک نہ گیا ہو اور یہ چیزیں نبی کے سوا کسی اور کو سجدہ نہیں کرتیں۔ پھر میں انھیں مہر نبوت سے پہچانتا ہوں، جو کندھے کے نیچے کی نرم ہڈی کے پاس سیب کی طرح ہے اور ہم ان نشانیوں کو اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہیں۔ میں نے آپ کو حقیقت حال سے خبردار کر دیا ہے۔ اب آپ جتنا جلد ممکن ہو انھیں وطن واپس لے جائیں۔''

بھتیجے کے بارے میں ابوطالب کی فکر مندی بڑھ چکی تھی۔ اس کے بعد اگرچہ وہ شام میں اپنا سامان تجارت بیچنے اور وہاں سے مکے والوں کی ضروریات خریدنے گئے لیکن انھوں نے یہ کام بڑی عجلت میں نمٹایا اور پھر وہ اپنے بھتیجے کے ہمراہ جلدی واپس آ گئے۔ (جاری ہے)

پیغام کا راز

آئی جی غلام رسول زاہد

1

"جناب! کامیابی تو ہوئی ہے، لیکن ادھوری!"
سب انسپکٹر تیمور کا سانس پھولا ہوا تھا۔
وہ سڑک کے کنارے ایک اسٹریٹ لائٹ کے نیچے کھڑا بری طرح ہانپ رہا تھا۔
اُس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ ہر طرف ہُو کا عالم تھا۔ قریبی عمارت کی ایک دو اَدھ کھلی کھڑکیوں میں سے لوگ باہر کی طرف جھانک رہے تھے۔ بھاگتے ہوئے قدموں کے شور نے اُنھیں بیدار کر دیا تھا۔
انسپکٹر کاشان کو آج ہی سورج غروب ہونے کے چند لمحوں بعد آئی جی صاحب کا فون براہِ راست موصول ہوا تھا۔ اُنھیں خفیہ سراغرساں ادارے سے ایک خوفناک اطلاع ملی تھی۔ دشمن ملک نے ایک بھیانک سازش کے تانے بانے بُنے تھے۔ اِس اطلاع کے مطابق دشمن کی ایک انتہائی اعلیٰ تربیت یافتہ ٹیم ملک میں داخل ہو چکی تھی۔ اُس کا مقصد وطن کے چوٹی کے عہدیداروں میں سے کسی ایک کو قاتلانہ حملے میں ختم کرنا تھا۔ جس شخصیت کو وہ موت کے گھاٹ اتارنا چاہتے تھے وہ کچھ ایسے اہم فیصلے کرنے والی تھی جن سے دشمن ملک اور بہت سی عالمی طاقتیں ناخوش تھیں۔ صدرِ مملکت سمیت کئی اہم وزراء اس خطرے کی زد میں تھے۔
سراغرساں ادارے کی طرف سے یہ خبر بھی ملی تھی کہ آج شام ایک خاص نوعیت کا پیکٹ ارشاد کا مدار نامی ایک شخص کو اس کے گھر پر پہنچایا جائے گا۔ اس پیکٹ میں قاتلانہ حملے کی تاریخ اور مقام کے بارے میں خفیہ پیغام موجود تھا۔ یہ پیغام دشمن کے مقامی جاسوسوں کے لیے تھا تا کہ وہ ضروری کارروائی اور انتظامات کر سکیں۔ اس سلسلے میں اس قدر احتیاط برتی گئی تھی کہ خط، فون، ای میل یا انٹرنیٹ کے استعمال سے مکمل گریز کیا گیا تھا۔
ارشاد کا مدار کہاں رہتا ہے؟ اس بارے میں صرف یہ معلوم ہو سکا تھا کہ وہ ابدالی روڈ پر کسی اپارٹمنٹ میں رہائش پذیر ہے اور اس اپارٹمنٹ کی بلڈنگ کے قریب سے ریلوے لائن گزرتی ہے۔
انسپکٹر کاشان کے پاس وقت بہت ہی کم تھا۔ اُنھیں فی الفور ارشاد کا مدار تک پہنچنا تھا۔ اِس سے پہلے کہ وہ خود یا خفیہ پیغام والا پیکٹ کہیں غائب ہو جائے، انسپکٹر کاشان نے اضافی نفری منگوا کر ٹیمیں تشکیل دیں اور اُنھیں خصوصی ہدایات دیں کہ وہ سادہ لباس میں نمایاں ہوئے بغیر ارشاد کا مدار کے اپارٹمنٹ کی تلاش میں نکل جائیں۔ سب سے اہم سراغ ریلوے لائن تھی۔ اس کے قرب و جوار میں واقع عمارتوں پر خاص توجہ مرکوز رکھی گئی تھی۔
وقت نہایت تیزی سے گزر رہا تھا۔ کہیں کامیابی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ انسپکٹر کاشان اِس تلاش کو بہت بڑے پیمانے پر پھیلانے سے اِس لیے گریزاں تھے کہ ارشاد کا مدار یا اُس کے ساتھی چوکنے نہ ہو جائیں اور راہِ فرار اختیار نہ کر لیں۔
رات ساڑھے دس بجے کے قریب اُنھیں اپنے موبائل پر سب انسپکٹر تیمور کی طرف سے پیغام موصول ہوا۔
"جناب! ہم سانپ کے بل تک پہنچ گئے ہیں!"
سانپ کے بل سے مراد ارشاد کا مدار کا اپارٹمنٹ تھا۔
سب انسپکٹر تیمور وائرلیس یا موبائل پر گفتگو سے اس لیے گریز کر رہا تھا کہ دشمن کی اعلیٰ تربیت یافتہ ٹیم اپنے آلات کے ذریعے ایسی گفت گو کا سراغ لگا سکتی تھی۔
انسپکٹر کاشان نے فوراً سب انسپکٹر تیمور کی طرف اپنی جیپ دوڑائی۔
دلکشا اپارٹمنٹس کے سامنے سب انسپکٹر تیمور کی ٹیم کے دو ارکان دروازے پر کھڑے اُن کا انتظار کر رہے تھے۔
"تیمور صاحب کہاں ہیں؟" انسپکٹر کاشان جیپ سے اُترتے ہی اُن کی طرف لپکے۔
اُن میں سے ایک بولا۔
"جناب! وہ ملزموں کے پیچھے گئے ہیں۔ اس عمارت کی پہلی منزل پر ملزم ارشاد کا مدار کا اپارٹمنٹ ہے، جونہی ہم اس اپارٹمنٹ کے قریب پہنچے، دو ملزموں نے دھڑاک سے دروازہ کھولا اور تیزی سے اسی منزل پر دوسری جانب واقع سیڑھیوں کی طرف بھاگے۔ سب انسپکٹر تیمور اپنے ماتحتوں کے ساتھ اُن کے تعاقب میں ہیں۔ ہم ارشاد کا مدار کے اپارٹمنٹ کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

''تم میں سے صرف ایک آدمی کو نیچے آنا چاہیے تھا۔ اب تم دونوں اوپر جاؤ اور اس اپارٹمنٹ کا دھیان رکھو کہ کوئی شخص اندر تو موجود نہیں ہے؟'' وہ تیز لہجے میں بولے۔

''نہیں جناب! ہم سرسری تلاشی لے چکے ہیں۔ اندر کوئی شخص موجود نہیں ہے۔۔۔ ہم نے اپارٹمنٹ کی کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا ہے تاکہ فنگر پرنٹس اور دوسری شہادتیں محفوظ رہیں۔''

''شاباش! اپارٹمنٹ کی ہر چیز جوں کی توں رہنی چاہیے، تیمور صاحب کس طرف گئے ہیں؟'' ماتحت نے دلکشا اپارٹمنٹس کے سامنے سے گزرتی ہوئی سڑک ابدالی روڈ کے دائیں جانب اشارہ کیا۔

''جناب! ملزموں نے اِدھر کا رُخ کیا تھا۔ سب انسپکٹر صاحب بجلی کی تیزی سے اُن کے پیچھے نکلے ہیں!'' انسپکٹر کاشان ابدالی روڈ پر کچھ ہی دُور گئے تھے کہ اُنھیں ایک اسٹریٹ لائٹ کے نیچے سب انسپکٹر تیمور اپنے ماتحتوں کے ساتھ کھڑا نظر آیا۔ وہ انسپکٹر کاشان کو دیکھ کر رُک گیا تھا۔

''جناب! کامیابی تو ہوئی ہے، لیکن ادھوری!'' سب انسپکٹر تیمور بولا۔

''ادھوری کامیابی؟ کیا مطلب؟'' اُنھوں نے سوال کیا۔

''جناب! ہم نے اُن دونوں کا بھرپور تعاقب کیا، لیکن وہ دونوں انسان نہیں چھلاوے تھے شاید، اچانک ایک جگہ اُنھوں نے سڑک کو چھوڑ دیا اور جھاڑیوں میں گھس گئے۔ فٹ پاتھ سے ٹھوکر کھا کر اُن دو ملزموں میں سے ایک لڑکھڑایا تو اُس کے ہاتھ سے یہ پیکٹ نیچے گر گیا۔ پہلے تو اُس نے گرے ہوئے پیکٹ کو اُٹھانے کی کوشش کی لیکن ہمیں سر پر دیکھ کر وہ آناً فاناً سیدھا ہوا اور اندھیرے میں اپنے ساتھی کے پیچھے غائب ہو گیا۔'' سب انسپکٹر تیمور اپنی سانس درست کرنے کے لیے رُکا تو انسپکٹر کاشان کی نظر اُس کے سیدھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیکٹ پر پڑی۔

اُنھوں نے ہاتھوں پر دستانے پہن رکھے تھے تاکہ پیکٹ پر موجود فنگر پرنٹس محفوظ رہیں۔ اُنھوں نے آگے بڑھ کر اُس پیکٹ پر سرسری نظر ڈالی اور پھر اسے غور سے دیکھنے لگے۔

کچھ لمحوں بعد وہ بولے: ''خیر! اِس پیکٹ کو ہم بعد میں تسلی سے دیکھیں گے۔ آپ پہلے مجھے اس جگہ لے چلیں جہاں وہ شخص لڑکھڑا کر گرا تھا۔''

''جناب! سڑک کے ساتھ ساتھ خودرو جھاڑیوں کی بھرمار ہے۔ سڑک سے اُتریں تو زمین گہرائی میں ہے اور جگہ جگہ گڑھے ہیں۔ ہم نے دونوں کا خوب پیچھا کیا لیکن اُن کی رفتار بجلی سے کم نہیں تھی۔ رفتہ رفتہ ہمارا فاصلہ بڑھتا گیا اور پھر وہ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔'' سب انسپکٹر تیمور کے لہجے میں ندامت تھی۔

''کوئی بات نہیں تیمور! تم نے بہت اعلیٰ کارکردگی دکھائی ہے۔''

انسپکٹر کاشان نے اُس کے کندھے تھپتھپائے۔

جب وہ سڑک کے کنارے اُس جگہ پہنچے جہاں ایک ملزم لڑکھڑایا تھا تو انسپکٹر کاشان نیچے جھک گئے اور اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں فٹ پاتھ کا جائزہ لینے لگے۔

''ملزم کے ہاتھ پر چوٹ آئی ہے۔ فٹ پاتھ پر گرنے سے اُسے معمولی سا زخم آیا ہے۔ آپ بہت غور سے دیکھیں گے تو آپ کو خون کے نشان نظر آئیں گے۔ اس جگہ کو بھی محفوظ کر لیں تاکہ خون کے نمونے حاصل کیے جا سکیں۔

اور میں اپارٹمنٹ کی طرف جا رہا ہوں، آپ سرچ لائٹ لے کر خوب اچھی طرح اس علاقے کا بھرپور جائزہ لیں جہاں آپ نے ملزموں کا تعاقب کیا تھا۔ یقیناً کچی مٹی پر اُن کے پاؤں کے نشان ہوں گے۔ اُن نشانات کے مولڈ بھی تیار کروائیں، اور یہ بھی دیکھیں کہ قدموں کے یہ نشانات کہاں جا کر غائب ہوتے ہیں۔ اس راستے پر آپ کو کوئی ایسی گری ہوئی چیز بھی مل سکتی ہے جس کا تعلق ملزموں سے ہو۔'' انسپکٹر کاشان نے سب انسپکٹر تیمور کو ہدایات دینے کے بعد ایک گہرا سانس لیا اور پھر بولے:

''یہ پیکٹ میرے پاس رہے گا۔ آپ فارغ ہو کر سیدھا اپارٹمنٹ میں آ جائیں۔ کل سورج طلوع ہونے کے بعد ہم اِس جگہ کا دوبارہ جائزہ لیں گے۔''

بڑوں کی باتیں

مولانا محمود صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ میں اور ایک ہندو تحصیل دیوبند میں کسی کام کو گئے۔ میں حضرت شیخ الہند کے یہاں مہمان ہوا اور وہ ہندو بھی اپنے بھائی کے ہاں کھانا کھا کر واپس آ گیا کہ میں بھی یہاں رہوں گا۔ اسے ایک چارپائی دے دی گئی۔ جب سو گئے تو رات کو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ اپنے کمرے سے تشریف لائے۔ میں نے دیکھا کہ مولانا دبے پاؤں اس ہندو کی طرف بڑھے اور اس کی چارپائی پر بیٹھ کر اس کے پیر دبانا شروع کر دیے۔ وہ خراٹے لے کر سوتا رہا۔

مولانا محمود فرماتے ہیں کہ میں فوراً اُٹھا اور عرض کیا:

''حضرت! آپ تکلیف نہ کریں، میں دبا دیتا ہوں۔''

مولانا نے فرمایا:

''آپ جا کر سو جائیں، یہ میرا مہمان ہے میں ہی اس خدمت کو انجام دوں گا۔''

مجبوراً میں خاموش ہو گیا اور مولانا اپنے ساتھی ہندو کے پاؤں دباتے رہے۔

حضرت مولانا مفتی شفیع عثمانی صاحب نے فرمایا:

''ہمارے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امداد اللہ صاحب قدس سرہ کے متعلقین اور ان کے مریدوں کو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے یہ چیز عطا فرمائی ہے، یعنی فنا! اس لیے ان کے اندر حب جاہ نہیں ہوتا اور جس میں یہ بات نہیں تو سمجھ لو کہ اس کا اس سلسلے سے تعلق یا تو صحیح نہیں یا وہ تعلق بہت کمزور ہے اور جو اس سلسلے سے صحیح طور پر وابستہ ہے، اس کی سب سے پہلی علامت یہ ہے کہ اس میں تکبر نہیں ہوگا، تعلّی نہیں ہوگی، دعویٰ نہیں ہوگا، اپنے آپ کو اونچا سمجھنے کا شائبہ تک نہیں ہوگا۔ (بحوالہ: مجالسِ مفتی اعظم، ص 523)

مرزا شفاعت علی بیگ

کیا بدلیں؟

آئے تھے مثلِ بلبل سیرِ گلشن کر چلے
سنبھال مالی باغ اپنا ہم مسافر گھر چلے

ایک ننھے بچے کی قبر کے سرہانے لگے کتبے پر لکھے اس شعر کے سحر میں جکڑا بیٹھا تھا کہ کسی نے آکر اتنی زور سے سلام کیا کہ میں تو کانپ ہی گیا۔

سر اٹھا کر دیکھا تو جاوید صاحب تھے۔

میں ناراضی کا اظہار کرنے ہی لگا تھا کہ وہ مسکرا دیے۔

''ایک مسئلہ پوچھنا تھا آپ سے!''

''جی فرمایئے!''

میں نے منہ بنا کر جواب دیا تو وہ مزید چہکے:

''کہتے ہیں کہ قاضی غصے کی حالت میں فیصلہ نہ سنائے اور عالم خراب موڈ میں مسئلہ نہ بتائے۔''

ہم نے فوراً اپنی حالت درست کی تو وہ بولے:

''ہاں! یہ ہوئی ناں بات! تو بات یہ ہے کہ وہ جو اپنے محمد اور احمد میاں ہیں ناں! جو اللہ تعالیٰ نے مسلسل پانچ بیٹیوں کی پیدائش کے بعد عطا کیے تھے بڑی دعاؤں کے بعد! تو وہ دونوں آج کل بہت شرارتیں کرتے ہیں۔ ہم دونوں میاں بیوی تنگ آکر ان کا نام لے لے کر کوسنے دیتے ہیں اور برا بھلا کہہ دیتے ہیں! بعد میں خیال آتا ہے کہ ایسے نہیں کہنا چاہیے تھا، چنانچہ خوب سوچ بچار کے بعد ہم نے یہ طے کیا ہے کہ ان دونوں کا نام تبدیل کر دیتے ہیں، تو پوچھنا یہ تھا کہ ایسا کرنا ٹھیک ہے ناں! بدل دیں ناں ان کے نام؟ اس میں کوئی قباحت تو نہیں ہوگی؟''

''نام نہ بدلیں اپنے رویے بدلیں۔ گالی ضرور دینی ہے انھیں؟''

''آپ کا موڈ تو ٹھیک ہے ناں؟''

حافظ عبدالرزاق خان۔ ڈیرہ اسماعیل خان

جاوید نے میری آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔

''جی جی! بالکل خوشگوار موڈ میں ہوں۔ بس تھوڑا سا ماضی میں جھانک رہا تھا جب آپ بے قرار ہو کر پھرتے تھے کہ خدا نرینہ اولاد دے تو میں محمد اور احمد نام رکھوں اور جب یہ نعمت مل گئی تو نام تبدیل کرنے کے فیصلے ہو رہے ہیں۔'' یہ سنتے ہی وہ نادم ہو گئے۔

☆☆☆

''بہت بہتر جناب!'' سب انسپکٹر تیمور نے ایڑیاں بجا کر اُنھیں سلیوٹ کیا۔

انسپکٹر کاشان اُنھیں وہیں چھوڑ کر دلکشا اپارٹمنٹس کی طرف روانہ ہو گئے۔

یہ ایک بے حد مصروف رات تھی۔ انسپکٹر کاشان نے ماہرین کی ٹیم کو طلب کر لیا اور ارشاد کا مدار کے اپارٹمنٹ کی ایک ایک چیز کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اپارٹمنٹ سے انگلیوں کے نشانات اور ڈی این اے کے نمونے جمع کر لیے گئے تھے۔ اب تک کوئی ایسی مشکوک چیز نہیں مل سکی تھی، جس سے کسی جرم یا جاسوسی سے متعلقہ کسی چیز کا سراغ ملتا۔ یہ ارشاد کا مدار کا ذاتی اپارٹمنٹ تھا۔ اُس کے پڑوسیوں نے بتایا کہ وہ یہاں اکیلا رہتا تھا۔ اُس نے سب کو یہ بتا رکھا تھا کہ وہ کسی کاروباری ادارے میں کام کرتا ہے۔ اُس سے کسی کی دوستی نہیں تھی۔ وہ صبح سویرے گھر سے نکلتا اور سورج ڈھلے واپس آتا۔ کسی کو اُس سے شکایت نہیں تھی۔ اُس کے گھر میں بہت کم کوئی مہمان دیکھا گیا تھا۔ آج بھی جو مہمان آیا تھا اُسے صرف اپارٹمنٹس کے چوکیدار شیر خان نے دیکھا تھا۔ یہ مہمان لمبے قد اور بھرے جسم کا ایک مضبوط کاٹھی کا شخص تھا۔ اس کے بال گھنے تھے اور اس کے چہرے پر سب سے نمایاں چیز اُس کی مونچھیں تھیں جن کے نوکدار سرے اُوپر کی طرف مُڑے ہوئے تھے۔ وہ رات دس بجے کے قریب ارشاد کا مدار سے ملنے کے لیے آیا تھا۔ چوکیدار شیر خان کے مطابق اُس کی آواز اس کی جسامت کے مقابلے میں بہت باریک تھی۔

ارشاد کا مدار کے اپارٹمنٹ سے اُس کی جو تصویریں ملیں اُن سے وہ تیس بتیس سال کا ایک درمیانی قامت کا شخص نظر آتا تھا۔ اُس کا رنگ گورا تھا اور اُس کا چہرہ داڑھی مونچھوں سے بے نیاز تھا۔ اُس کی ناک لمبی اور ہونٹ موٹے تھے۔ ہونٹوں کی سیاہی سے پتا چلتا تھا کہ وہ عادی سگریٹ نوش ہے۔

انسپکٹر کاشان کو ردی کی ٹوکری سے پیکنگ کا وہ کاغذ مل گیا تھا، جس میں پیکٹ کو پیک کیا گیا تھا۔ اِس کاغذ سے بھی انگلیوں کے نشانات اُٹھا لیے گئے تھے۔ خاکی رنگ کے اس کاغذ پر ٹائپ شدہ حروف میں:

''صرف ارشاد کا مدار صاحب کے لیے'' لکھا ہوا تھا۔ بھیجنے والے کا نام یا پتا نہیں لکھا گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ پیکٹ ڈاک کے ذریعے نہیں بھیجا گیا تھا اس لیے اس پر کوئی ٹکٹ، مہر یا نشان نہیں تھا۔

سب انسپکٹر تیمور جب دلکشا اپارٹمنٹس میں واپس پہنچے تو فضاؤں میں فجر کی اذانوں کی روح پرور صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ انسپکٹر کاشان اور اُن کے ساتھیوں نے قریبی مسجد میں نماز ادا کی اور دوبارہ ارشاد کا مدار کے اپارٹمنٹ میں واپس آ گئے۔ (جاری ہے)

پنکھے کی ایجاد

خیش ایک پنکھے کو کہتے ہیں جو عام طور پر ایک کپڑے کی جھالر ایک لکڑی میں باندھ کر کھینچتے ہیں۔

پنکھا دراصل عباسی خلیفہ ہارون رشید رحمہ اللہ کی ایجاد ہے۔ یہ اس طرح ایجاد ہوا کہ ایک روز ہارون الرشید دوپہر کی گرمی میں اپنی بہن علیہ مہدی کے ہاں تشریف لائے۔ ان کے ہاں صندل اور اگر وغیرہ میں کچھ کپڑے رنگوا کر ایک لکڑی پر پڑے سوکھ رہے تھے۔ ہارون رشید اُن کے نیچے بیٹھ گئے۔ ہوا کے زور سے جو کپڑے ہلے تو انھیں نہ صرف گرمی کی شدت میں افاقہ ہوا بلکہ خوشبو اور ٹھنڈی ہوا نے انھیں بہت راحت پہنچائی۔ انھوں نے فوراً حکم دیا کہ ہمارے لیے ایک اسی قسم کا پنکھا بنایا جائے۔

{مطالعہ: اہلیہ گل نواز۔ کراچی}

اصل نفع

غلام حسین میمن

شیخ احسان کا یہ تیسرا پروجیکٹ تھا۔ وہ اس سے قبل دو پلازے بنا کر فروخت کر چکے تھے۔ پہلی مرتبہ جب انھوں نے زمین خرید کر پلازا بنانے کا اعلان کیا تو ان کے ہمراہ ان کا دوست عظیم تھا۔ جب پہلا پروجیکٹ مکمل ہوا تو اُن کا دوست عظیم سخت ناراض تھا۔ کیونکہ منافع اُس کی توقع سے کافی کم ہوا تھا۔

وہ پلازے کی تکمیل کے دوران بھی سخت نکتہ چینی کرتا تھا کہ آپ اس میں خام مال اچھا اور معیاری استعمال کر رہے ہیں۔ اِس مہنگے خام مال کے بعد ہمیں نفع کم ہوگا اور پھر ہوا بھی یہی، سو اس پلازے کے مکمل ہونے پر ان کی دوستی بھی ختم ہوگئی۔

اگلے سال شیخ احسان نے جب پلازا بنانے کا ارادہ کیا تو اِس بار ان کے ہمراہ اور شریک ان کا ایک قریبی عزیز تھا۔ اس نے بس رقم لگائی تھی، باقی وہ ان کے معاملات میں دخل نہیں دیتا تھا۔ شیخ صاحب کے کام سے اسے اطمینان تھا۔ وہ کہتا تھا کہ آپ صحیح کر رہے ہیں۔ ہم جب لوگوں سے رقم لے رہے ہیں تو مال بھی پورا دیں۔ 'احسان ٹاور' بھی بڑے اطمینان سے مکمل ہوا۔ مالکوں کے حوالے جب فلیٹس کیے گئے تو وہ بھی بے حد خوش نظر آئے۔ وقت پر مکمل ہونے والے اس پروجیکٹ میں سیمنٹ کا استعمال اور کھڑکی دروازے تک سب اسی معیار کے تھے، جس کا فلیٹ بک کرانے والوں سے وعدہ کیا گیا تھا۔

جب تیسرا پروجیکٹ بنانے کا ارادہ ہوا تو وہ عزیز ملک سے باہر چلے گئے تھے۔ اس لیے اس بار احسان صاحب کے ساتھ اُن کے بھانجے اسماعیل نے سرمایہ لگایا۔

جب تعمیرات کا آغاز ہوا تو حسبِ سابق شیخ احسان نے معیاری سیمنٹ، سریا اور دوسرے سامان منگوائے اور بنیادوں میں پورا مال ڈلوانا شروع کیا۔ اسماعیل نے اس پر اعتراض کیا کہ اس طرح تو ہمارے پاس کچھ نہیں بچے گا، مگر شیخ صاحب نے اپنا کام اسی طرح جاری رکھا جس کو وہ صحیح سمجھتے تھے۔

''ہاں اسماعیل میاں!......اس بار کا منافع تمھیں کم محسوس ہو رہا ہے؟''

پراجیکٹ مکمل ہونے پر جب منافع کا تعین کیا گیا تو شیخ صاحب نے اپنے بھانجے اسماعیل سے پوچھا۔

''جی ماموں! میری توقع تھی کہ اس میں بچت زیادہ ہوگی، کیونکہ الفا بلڈرز میں میرے دوست نے شراکت داری کی تو اس کا منافع مجھ سے کہیں زیادہ تھا، حالانکہ اس کے فلیٹس بھی کم تھے۔'' اسماعیل نے کہا۔

''کیا خوب یاد دلایا تم نے......الفا بلڈرز......کیا تم نہیں جانتے کہ دو سال قبل مکمل ہونے والے اس پراجیکٹ میں کس قسم کا میٹریل استعمال ہوا؟ لفٹ کے ٹوٹنے سے ایک مکین کا انتقال ہوا۔ اس قتل کے الزام میں تینوں پارٹنرز دو ماہ جیل میں رہے، اب ضمانت پر رہا ہیں۔ مقدمہ الگ سے چل رہا ہے، نجانے کب ختم ہو اور اس کا فیصلہ کیا آئے؟ ان ہی میں سے دو شراکت دار دائمی امراضِ قلب کا شکار ہو گئے ہیں اور تیسرا ڈائیلائسز کروا رہا ہے۔ اب تم اپنے حلال منافع کے ساتھ ان کے حاصل ہونے والے منافع اور پریشانیوں کا موازنہ کرو گے تو خود ہی کو منافع بخش پاؤ گے۔''

شیخ احسان یہ کہہ کر اپنے بھانجے کا بغور جائزہ لیا۔

''جی ماموں یہ تو ہے......!'' اسماعیل سر ہلاتے ہوئے بولا۔

''اور پھر یاد رکھو۔ اللہ سے حلال رزق کی دعا مانگو۔ رزق میں برکت کی دعا مانگو۔ اب میں بتاتا ہوں کہ میں نے جو یہ تین پراجیکٹ بنائے اور ایمان داری سے خام مال استعمال کیا ہے تو مجھے ہر بار منافع بہت زیادہ محسوس ہوا۔ کیونکہ میں نے کسی اور سے اس کا مقابلہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی کرنا چاہتا ہوں۔ دوسری جانب اس منافع سے اتنی برکت ہوئی کہ ہر سال میری زکوٰۃ کی رقم بڑھ رہی ہے۔ میں اسے مستحق لوگوں میں تقسیم کر کے جو خوشی محسوس کرتا ہوں وہ اسماعیل میاں! میں بیان نہیں کر سکتا۔ کیا میں اس نعمت پر ہر دم اپنے رب کا شکر گزار بن کر نہ رہوں۔''

یہ کہہ کر انھوں نے ایک بار پھر اسماعیل کے چہرے کا جائزہ لیا۔

اس کے چہرے پر ندامت نظر آ رہی تھی، وہ بولا:

''جی ماموں! آپ سچ فرما رہے ہیں۔ میں اگلی بار کسی اور کے پروجیکٹ میں رقم لگانے کا سوچ رہا تھا، مگر اب نہیں۔ میری سوچ غلط تھی، اب میں آپ کے ساتھ ہی کام کروں گا۔ اس میں منافع کم ہے مگر برکت اور سکون کی دولت ہے۔ ہم تھوڑا سا لالچ کر کے بے ایمانی کرنے لگتے ہیں۔ اس سے حلال رزق بھی حرام ہو جاتا ہے۔ اللہ ہم کو اس سے بچائے۔'' دونوں نے آمین کہا۔

☆☆☆

جو نہ کچھ بھی کھائے گا!

ایاز محمود

فوزیہ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی اور گھر بھر کی لاڈلی۔ سارا گھر اس کا دیوانہ تھا۔ بڑی اماں کا خیال تھا کہ ضرورت سے زیادہ لاڈ پیار نے فوزیہ کو بگاڑ دیا ہے اور خاص طور پر کھانے پینے کے معاملے میں تو وہ بہت ضدی ہوگئی ہے۔

بڑی اماں ٹھیک ہی کہتی تھیں۔ جب بھی کھانا لگتا تو ایک مسئلہ کھڑا ہوجاتا۔

''پیاری بیٹی! کھانا کھالو۔'' امی خوشامد کرتیں۔

باجی اور ابو پیار سے سمجھاتے، مگر فوزیہ کو ایک تو کچھ پسند ہی نہیں آتا اور جو وہ کچھ کھاتی بھی تو چند نوالے لے کر ہاتھ روک لیتی۔

اِن باتوں کا نتیجہ اور کیا ہوسکتا ہے، سوائے اس کے کہ وہ اپنی عمر سے کہیں چھوٹی اور کمزور نظر آتی تھی۔ جو بھی ملنے جلنے والی خواتین آتیں تو وہ اسے دیکھ کر امی سے یہ ضرور کہتیں۔

''ارے بہن! اسے کچھ کھلایا پلایا بھی تو کرو۔ دیکھو تو لڑکی کیسی سوکھ کر کانٹا ہوگئی ہے۔''

اور امی بے چاری ٹھنڈا سانس بھر کر رہ جاتیں۔

ایک دن ابو دفتر سے گھر لوٹے تو انھوں نے امی سے کہا: ''باغِ جناح میں پھولوں کی نمائش ہو رہی ہے۔ بچوں سے کہیں جلدی تیار ہو جائیں۔'' بس پھر کیا تھا۔

تھوڑی دیر میں سب تیار ہو کر باغِ جناح جا پہنچے۔

پھولوں کی نمائش دیکھنے میں بڑا ہی مزا آیا۔

فوزیہ تو ایک اسٹال پر بس کھڑی ہی رہ گئی۔

دیکھیے ابو! کتنے ننھے منے سے درخت!''

اس نے حیرت اور خوشی سے کہا۔

یہ آم، نیم اور پیپل وغیرہ کے درخت تھے۔ جن کی عمریں تو کم از کم پانچ دس سال ہوں گی مگر ان کا قد ایک ڈیڑھ فٹ سے زیادہ نہ تھا۔ ان کے تنے بھی تھے، شاخیں اور پتے بھی۔ بالکل بڑے درختوں کی طرح۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے کسی نے جادو کی چھڑی گھما کر انھیں اتنا بونا سا بنا دیا ہو۔

گھر واپس پہنچتے ہی فوزیہ نے سب سے پہلا سوال بونے درختوں کے بارے میں کیا۔

ابو نے اسے بتایا کہ ان درختوں کو جب یہ ننھے منے پودے ہوتے ہیں، ایک خاص طریقے سے بڑھنے سے روک دیا جاتا ہے۔ یہ ایک بہت پرانا جاپانی فن ہے اور اسے 'بون سائی' کہتے ہیں۔

''یہ سب کیسے ہوتا ہے ابو؟'' فوزیہ نے تجسس سے پوچھا۔

ابو نے کہا: ''بیٹا! اِن پودوں کو بہت کم پانی دیا جاتا ہے۔ دھوپ سے بچایا جاتا ہے۔ اُن کی جڑوں، ڈالیوں اور پتوں کی وقتاً فوقتاً تراش خراش کی جاتی ہے۔ اس طرح یہ پودے، بہت ہی کم غذا حاصل کر پاتے ہیں اور چھوٹے سے رہ جاتے ہیں۔''

فوزیہ کو اچانک کچھ خیال آیا۔ اس نے سوچا۔

''کھانا تو میں بھی بہت کم کھاتی ہوں۔ کیا میں بھی بونے درختوں کی طرح چھوٹی سی رہ جاؤں گی!'' اس خیال کے آتے ہی فوزیہ کچھ پریشان سی ہوگئی۔

اسے محسوس ہوا کہ اس کے دوسرے، بہن بھائی اس کے مقابلے میں صحت مند بھی ہیں اور قد آور بھی۔ پھر اسی رات اس نے خواب دیکھا کہ وہ بالکل بونی سی لڑکی بن گئی ہے اور پھولوں کی نمائش میں بون سائی پودوں کے ساتھ کھڑی ہوئی ہے۔ نمائش میں آنے والے لوگ اس بچی کو غور سے دیکھ رہے ہیں اور چھوٹے چھوٹے بچے فوزیہ کو دیکھ کر خوش ہو رہی ہیں اور مزے مزے سے گا رہے ہیں۔

جو نہ کچھ بھی کھائے گا — بون سائی بن جائے گا

فوزیہ یہ منظر دیکھ کر پریشان ہوگئی مگر اس کی آنکھ کھلی تو اس نے شکر کیا کہ یہ تو صرف خواب تھا۔

اب فوزیہ کھانا کھاتے ہوئے نخرے نہیں کرتی اور جو کچھ بھی پکا ہو، اسے شوق سے کھالیتی ہے۔ اب فوزیہ پہلے سے صحت مند بھی ہوگئی ہے۔

☆☆☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

❁ سب سے پہلے تو خواتین کا اسلام کے الف نمبر کی مبارک باد وصول کیجیے۔ رسالہ ملتے ہی سب سے پہلے 'میر حجاز' پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے وہی پڑھتے ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم بیگ کی کہانی 'ننگے پاؤں' پڑھ کر کئی غلطیوں کی اصلاح ہوگئی۔ شازیہ نور کی کہانی 'تاجربہ' بھی بہترین تھی۔ (محمد وقاص۔ جھنگ صدر)

ج: خیر مبارک۔

❁ کافی عرصے کے بعد خط لکھ رہے ہیں۔ میرے پسندیدہ لکھاری دانش عارفین حیرت کی خوبصورت تحریر پڑھی تو لطف آگیا۔ میر حجاز ایک بہت ہی خوب صورت ادبی پیشکش ہے، جس کا انداز بے حد منفرد ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ عبدالرزاق کی صحت، ایمان، زندگی اور قلم میں برکت دیں۔ اتنا لکھتے ہیں کہ آپ سے بھی نمبر لے جاتے ہیں۔ حافظ صاحب آپ کے معاون مدیر بن جائیں تو کیا ہی اچھی بات ہو۔ اسم بامسمیٰ ان کی بہت ہی خوب صورت تحریر تھی۔ آہا ڈاکٹر سارہ الیاس آج تو میری خوشی در خوشی کا دن ہے۔ کہانی ہمیشہ کی طرح بہت اچھی۔ ابوالحسن بھائی کا تبصرہ تو اچھا تھا ہی، آپ کے ان کو دیے گئے چھوٹے چھوٹے جوابات تو بہت ہی اچھے لگے۔ اگر ہر خط کے ساتھ ایسا ہو تو؟ ''کلوٹی'' سارہ الیاس کے انداز میں اچھی کہانی تھی۔ ''یہ قصہ ہے ایک جج کا'' ماشاء اللہ حیرت در حیرت واقعات تھے۔ وظیفہ پڑھ کر حیرت دو چند ہوگئی۔ ان شاء اللہ ہم بھی اسے اپنا معمول بنائیں گے۔ ٹوبور کی تصویر اور کہانی دونوں زبردست تھی۔ واہ واہ ''محبتوں اور رحمتوں بھرا سفر'' ہائے استاد جی آپ کے قلم میں کون سا جادو ہے بیک وقت ہنساتے بھی ہیں اور رلاتے بھی۔ آمنے سامنے میں اہل خوشاب پر رشک آیا۔ مولانا محمد اشرف کا سوال ہمارے ذہن میں بھی تھا۔ جواب پڑھ کر مایوس ہی ہوگئے۔ دستک میں آپ سے قارئین کی محبت قابل دید تھی۔ نسل نو کے لیے عتیق احمد کا پیغام بہت پسند آیا۔ (حفصہ کائنات۔ ویسہ تحصیل حضرو ضلع اٹک)

ج: بڑے خطوط میں درمیان میں جو استفسارات ہوتے ہیں تو ساتھ ساتھ جواب دینا ٹھیک رہتا ہے مگر چھوٹے خطوط میں یہ انداز آپ کو اچھا نہیں لگے گا۔

❁ کچھ دن پہلے ہم پرانے بچوں کا اسلام نکال کر ان سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ ایک رسالے میں اپنا خط دیکھ کر محاورتاً ہی سہی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ عرصہ ہی ہوگیا بچوں کا اسلام یا خواتین کا اسلام میں اپنا خط یا نام دیکھے۔ خیر پھر سے کمر کس لی ہے۔ شمارہ ۱۰۳۰ میں خواتین کا اسلام کی مصنفات چھائی نظر آئیں۔ سرورق کہانی 'سرمایہ کاری' بہت اچھی، سبق آموز کہانی تھی۔ 'دستک' کہانی اچھا سبق دے گئی۔ ہمارے بھائیوں کی عادت ہے کون کے جواب میں 'میں' کہنے کی، لیکن ہم بھی جب تک وہ اپنا نام نہ بتائیں، دروازہ نہیں کھولتے۔ عتیق احمد صدیقی صاحب کا انٹرویو دلچسپ رہا۔ ''قرآن کے عاشق' نے تلاوت قرآن کا شوق بڑھا دیا۔ 'بڑھیا ہم نے ماری ہے کیا' نے بہت ہنسایا۔ ویسے ختم نبوت کہانی کا سلسلہ شاندار جا رہا ہے۔ ''جو بیج بویا تھا' نے حیران کیا۔ 'تین ننھے جاسوس' ہلکی پھلکی سا ناولٹ لگا۔ میر حجاز' بہت بہت عمدہ ہے۔ 'دستک' میں آج کل آپ شکریہ ادا کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔' آپ کا شکریہ قبول کیا ہم نے۔ آخر ہم نے بھی الف نمبر کے لیے بہت سی دعائیں مانگی تھیں۔ آج کل نظمیں اور آمنے سامنے دونوں بہت مزے کے آ رہے ہیں۔ (تماضر ساجد۔ صادق آباد)

ج: اب آپ محاورتاً نہیں حقیقتاً ہر ہفتے حاضری دیا کریں خط کے ذریعے۔

❁ مختصر پر اثر اپنا اثر خوب دکھا رہا ہے۔ یہ سلسلہ بہت اچھا ہے۔ آگے دستک میں آپ نے خواتین کے الف نمبر کی نوید سنائی تو لطف ہی آگیا۔ میری امی جان اور بہنیں یہ خوشخبری سن کر سراپا انتظار بن گئی ہیں۔ ابن آس محمد تو لکھتے ہی خوب ہیں۔ تین ننھے جاسوس ناولٹ بھی بہترین ہے۔ میر حجاز سلسلہ خوب جا رہا ہے۔ حافظ عبدالرزاق کی کہانی 'آپ ہماری نظروں میں ہیں' نہایت دلچسپ انداز میں بہت بڑا سبق دے رہی تھی۔ عتیق احمد صدیقی کا انٹرویو بھی شاندار جا رہا ہے۔ بہت ہی پر مزاح اور سبق آموز۔ نئے سلسلے آیئے دین سیکھیے! سے بہت کچھ سیکھنے کو مل رہا ہے۔ آمنے سامنے کے تو کیا ہی کہنے۔ پورے رسالے کی شان۔ کس طرح آپ دوٹوک، مختصر لیکن جامع اور پر مزاح جواب دیتے ہیں۔ بنتِ مولوی شبیر احمد نے بہت ہی اچھی بات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ سے ایک سوال عرض کرنا تھا کہ آپ نے

اسمائے اصحابِ صُفّہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

خولہ بنت احسان۔ کمالیہ

اصحابِ صفہ کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ عارف سہروردیؒ نے عوارف میں لکھا ہے کہ اصحابِ صفہ کی تعداد چار سو تک بھی پہنچی ہے۔ اُن میں سے بعض حضرات کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ ابوعبیدہ عامر بن الجراح ؓ
۲۔ عمار بن یاسر ابوالیقظان ؓ
۳۔ عبداللہ بن مسعود ؓ
۴۔ مقداد بن عمرو ؓ
۵۔ خباب بن ارت ؓ
۶۔ بلال بن رباح ؓ
۷۔ صہیب بن سنان ؓ
۸۔ زید بن الخطاب ؓ
۹۔ ابومرثد کناز بن حصین عدوی ؓ
۱۰۔ ابوکبشہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ
۱۱۔ صفوان بن بیضا ؓ
۱۲۔ ابوعبس بن جبر ؓ
۱۳۔ سالم مولیٰ ابوحذیفہ ؓ
۱۴۔ مسطح بن اثاثہ ؓ
۱۵۔ عکاشہ بن محصن ؓ
۱۶۔ مسعود بن ربیع ؓ
۱۷۔ عمیر بن عوف ؓ
۱۸۔ عویم بن ساعدہ ؓ
۱۹۔ ابولبابہ ؓ
۲۰۔ سالم بن عمیر ؓ
۲۱۔ ابوبشر کعب بن عمرو ؓ
۲۲۔ خبیب بن یساف ؓ
۲۳۔ عبداللہ بن انیس ؓ
۲۴۔ جندب بن جنادہ ابوذر غفاری
۲۵۔ عتبہ بن مسعود ہذلی ؓ
۲۶۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔ نکاح سے پہلے ابن عمر اہلِ صفہ کے ساتھ رہتے تھے اور انہی کے ساتھ مسجد میں شب گزارتے تھے۔
۲۷۔ سلمان فارسی ؓ
۲۸۔ حذیفہ بن الیمان ؓ
۲۹۔ ابوالدرداء عویمر بن عامر ؓ
۳۰۔ عبداللہ بن زید جہنی ؓ
۳۱۔ حجاج بن عمرو اسلمی ؓ
۳۲۔ ابوہریرہ دوسی ؓ
۳۳۔ ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ
۳۴۔ معاذ بن الحارث ؓ
۳۵۔ سائب بن خلاد ؓ
۳۶۔ ثابت ودیعہ ؓ

(بحوالہ: سیرت مصطفی ﷺ از حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

ایک خط دادا جان کے نام

محمد عمر فاروق ۔ چنیوٹ

میرے پیارے مرحوم دادا جان!

پہلے پہل تو آپ کے لیے عظیم خوشخبری ہے بلکہ مجھے پوری امید ہے کہ آپ کی خواہش کے عین مطابق آپ کی قبر مبارک پر آ کر کسی نے خوشی کی خبر سنا ہوگی کہ وہ جن سے ملنے کی آپ کو تمنا تھی، وہ سرخ رو ہوا اور اس کی بدولت کفر کا پرچم سرنگوں ہوتا چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ افغانی بھائیوں کا معین و مددگار ہو۔

پھر چچا جان! وہ بیج جو آپ نے بویا تھا اُس کے شباب کی جولانیاں دیکھنے سے قبل آپ دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ میرا اشارہ ہزارویں شمارے کی طرف ہے جو پچھلے برس بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع ہوا! آپ کے بعد آنے والے مدیر چچا نے بھرپور انداز میں اس مبارک کام کو سنبھالا اور اسے عروج تک پہنچا دیا۔ اللہ آپ سے اور ان سے ایسا راضی ہو کہ دوبارہ ناراضی اور خفگی نہ ہو۔ آپ کے دنیا سے جانے پر کس کو شک ہے لیکن آپ کے زندہ تصنیفی کارناموں سے آپ کی بقا میں بھی شک کی گنجائش نہیں۔

دادا جان! آپ اور چچا جان کے کارناموں کے متعلق بہت کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے لیکن میں آپ احباب کی طرح قلم کار کہاں؟ وہ آپ جیسے نت نئے اسلوب بیاں میرے پاس نہیں۔ کچھ بھی تو نہیں ہے، لیکن بہرحال آپ سے ہی سیکھ رہے ہیں۔

دادا جان! آپ کی کتاب (میری کہانی) میں بیتے ایام میں آپ کے حالات کی بابت پڑھ کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپ کیسے باہمت تھے! حوصلہ شکنی برداشت کرتے اور بدخواہوں کی طعن و تشنیع پر صبر و تحمل سے کام لیتے تھے۔

جو آپ سے ایک بار مل لیتا، اس کا دوبارہ ملاقات کرنے کو جی چاہتا۔ آپ کا خط کا جواب مزاح سے بھرپور ہونا اور ہر بار کی 'دو باتیں' میں ایک نئی بات لکھنا کیا خوب ہے۔

اور اس سے ملتے جلتے اوصاف کی حامل شخصیت مدیر چچا کی بھی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا خاص قرب عطا فرماتے رہیں، آپ کے درجات بلند فرماتے رہیں اور آپ کے تمام معاونین کو بھی اجر جزیل عطا فرماتے رہیں، آمین۔

اب تک حضرت اشتیاق احمدؒ کا نیا ناول رسالے میں شروع کیوں نہیں کیا؟ حالانکہ آپ نے شمارہ ۱۰۱۷ میں محمد حماد کے خط کے جواب میں لکھا تھا کہ اس بار اشتیاق احمدؒ کا ناول 'زولان کی واپسی' شائع ہوگا۔ (محمد سعید معاویہ۔ چنیوٹ)

ج: ہم نے شاید یہ لکھا تھا کہ اس بار اشتیاق صاحب کا جو ناول شائع ہوگا، وہ زولان کی واپسی ہوگا۔ باقی جو ناول قطار میں کئی برسوں سے لگے ہوئے ہیں، پہلے جلدی جلدی انھیں پورا کرلیں، پھر لگاتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ!

❁ شمارہ ۲۰۲۲ء خوب صورت سرورق کے ساتھ ہاتھوں میں آیا تو ایک نظر سارے شمارے کو دیکھا۔ چنی سی 'دستک' پڑھی تو بے ساختہ خیال آیا ہوسکتا ہے جب کبھی دوبارہ 'دو باتیں' شائع ہوں وہ بھی حضرات میں سے کسی کی ہوں۔ یہ صرف ایک خیال ہے، اس کے برعکس بھی ہوسکتا ہے! 'کلو خوب صورت' ایک بہت زبردست کہانی لگی۔ تجا کے گدھے کو دیکھیے، اپنے مالک کا خزانہ کھو جانے پر کیسے بتیسی نکال رہا ہے 'خدائی تحفہ' بہت پیارے انداز میں لکھی گئی ایک بہترین کاوش تھی۔ ماورا کو ایک مخلصانہ مشورہ ہے اگر آپ کو سر پیٹنے کا بہت شوق ہو رہا ہے تو کتاب وتاب سے کچھ نہیں بننے والا، سیدھا وردہ اور جعفر سے ہی مدد لے لیں۔ یقین کریں اس طرح آپ مفت میں دن میں تارے دیکھ سکتی ہیں۔ 'آپ سب کا شکریہ' سمیت آمنے سامنے کے تمام خطوط نے بہت مزہ دیا۔ (فاطمہ احمد۔ ملتان)

ج: ویسے بچیوں پر دو باتیں لکھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ آپ بھی کوشش کر سکتی ہیں۔

❁ ہزارواں شمارہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ درسِ قرآن و حدیث کے بعد مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی ملتزم پر دعا دل کو چھو گئی۔ تاریخی کہانیوں میں سے پہلے نمبر پر 'رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن' دوسرے نمبر پر 'غرناطہ' اور تیسرے نمبر پر 'دوست کی خاطر' اچھی لگی۔ رنگ برنگی کہانیوں میں سے پہلے نمبر پر 'ذکر ایک رات کا' دوسرے نمبر پر 'فریج میں رکھا روزہ' اور تیسرے نمبر پر 'میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں' دل کو چھو گئی۔ جاسوسی کہانیوں میں سے پہلے نمبر پر 'آخری امید' دوسرے نمبر پر 'راج محل کا راز' اور تیسرے نمبر پر 'اڑن کبوتر' اچھی تھی۔ آگے کھٹی میٹھی کہانیوں میں سے پہلے نمبر پر 'ٹوپی ڈرامہ' دوسرے نمبر پر 'جن دادا آپ' اور تیسرے نمبر پر 'خالہ ثریا جاسوسہ' اچھی لگی۔ غیر ملکی ادب میں سے پہلے نمبر پر 'تجا کے کارنامے' دوسرے نمبر پر 'جگنو اور بندر' اور تیسرے نمبر پر 'مانگنے سے نفرت' پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ دلچسپ مضامین میں سے پہلے نمبر پر 'شیروں کا خاندان' دوسرے نمبر پر ایک 'خوش بخت جانور' اور تیسرے نمبر پر 'دنیا کی خطرناک شاہراہیں' اچھی لگیں۔ نظم میں سے پہلے نمبر پر اسامہ سرسری کی 'کچھ کم ہزار' اور دوسرے نمبر پر اثر جون پوری کی 'عیدی ملے' اور تیسرے نمبر پر 'ذرا سوچو تو کیا ہوگا' بہت ہی اچھی لگی۔ مستقل سلسلے میں سے پہلے نمبر پر 'مدیر چاچو کا انٹرویو' دوسرے نمبر پر 'مشہور غلطیوں کی اصلاح' اور تیسرے نمبر پر 'وہ الفاظ جو غلط سمجھے گئے' پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ اچھا مدیر چاچو آپ نے کہا کہ پانچ سالوں میں صرف تین خط!!! بہت زیادہ نہیں لکھ لیے آپ نے؟ دراصل بات یہ تھی کہ دورانِ حفظ وقت بہت کم ملتا تھا پھر بھی ہم اپنے دل کی دھڑکن بچوں کا اسلام کے لیے وقت نکال ہی لیتے تھے۔ اب ہم ان شاء اللہ مسلسل لکھا کریں گے۔

(حافظ حسان ریاض۔ چشتیاں)

ج: بہت شکریہ! ویسے ہم ارادہ کرتے ہیں کہ الف نمبر پر اب مزید تبصرے شائع نہ کریں کہ کوئی قاری اتنی محنت سے تبصرہ لکھ کر بھیج دیتا ہے کہ اسے ردی کے سپرد کرنے کو دل نہیں مانتا۔ یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ وہ شمارہ تھا ہی اتنا ضخیم کہ پڑھائی میں مصروف قارئین کو مکمل کرنے میں اتنا وقت لگ رہا ہے۔ خیر: منتظر رہیں گے آپ کے خطوط کا۔

❁ پورا رسالہ پڑھا لیکن ''بیری کا درخت'' نہیں پڑھا، کیونکہ مجھے بیر بالکل نہیں پسند۔ بیروں کی تصویر دیکھ کر ہی ایسا لگتا ہے کہ میں انھیں کھا رہی ہوں۔ 'نیا خواب' بہت مزے کی کہانی تھی۔ 'مظلوموں کے محافظ' پڑھ کر دل خون کے آنسو رویا۔ 'بچھڑے ہوئے' پڑھ کر اپنے بچھڑے ہوئے یاد آ گئے۔ 'سلطنتِ ساگیہ' بہت زبردست لگی۔ چچا جان! آپ سے اور تمام قارئین سے درخواست ہے کہ جب بھی دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو ہمیں ضرور یاد رکھیے گا کہ ہمارا رزلٹ آنے والا ہے، اچھا اچھا آ جائے۔ خط کافی لمبا ہوگیا ہے اس لیے اجازت چاہتی ہوں۔ (وجیہہ خاتون۔ چشتیاں)

ج: اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا آخرت کے ہر امتحان میں سرخ رو فرمائے، آمین۔ ویسے بیر بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہیں۔ اتنی ناپسندیدگی ظاہر نہیں کرنی چاہیے۔

بدن 4

کھال

شاید آپ کو اس بات پر حیرت ہو کہ ہمارے جسم کا سب سے بڑا عضو کھال ہے!

یہی نہیں، یہ ایک ہر فن مولا عضو ہے۔ یہ بدن کے اندر کی چیزوں کو اندر اور بری چیزوں کو باہر رکھتی ہے۔ یہ لگنی والی کسی ضرب کی شدت کم کرتی ہے۔ ہمیں چھونے کی حس دیتی ہے۔ لطف، گرمی، تکلیف اور بہت سی چیزیں جو ہمارے لیے لازم ہیں، اسی کی وجہ سے ممکن ہیں۔ یہ میلانن بناتی ہے تا کہ ہم دھوپ کے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکیں۔ یہ خود کی مرمت کرتی رہتی ہے اور ہاں یہ ہمیں خوبصورت بھی بناتی ہے۔ خود سوچیں کھال کا لباس نہ ہو تو ہم سب کیسے دکھائی دیتے؟

اُس کا باقاعدہ نام (cutaneous system) ہے۔ اس کا سائز بیس مربع فٹ ہے اور یہ دس سے پندرہ پاؤنڈ وزن رکھتی ہے۔ یہ آنکھ کی پلک پر سب سے تپلی ہے جہاں اس کا سائز ایک انچ کا ہزاروں حصہ ہے، جبکہ سب سے موٹی پیر کی ایڑی پر ہے۔ دل یا گردے کے برعکس، یہ کبھی (fail) نہیں ہوتی۔ ایسا نہیں کہ کبھی یہ اچانک پھٹ جائے اور اندر کا مواد باہر آنے لگے۔

اس کے اندرونی تہہ (dermis) اور بیرونی (epidermis) کہلاتی ہے۔ بیرونی سطح کی سب سے باہر والی تمام تر تہہ مردہ خلیوں پر مشتمل ہے۔

جی ہاں! کیسی حیرت کی بات ہے ناں کہ آپ کے بدن کا وہ تمام حصہ جو دراصل آپ کی خوبصورتی ہے، وہ مر چکا ہے۔ جسم اور ہوا کے ملاپ والی جگہ پر ہم سب دراصل لاشیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری بیرونی جلد ہر مہینے نئی آ چکی ہوتی ہے۔ ہم ہر وقت جلد جھڑ رہے ہوتے ہیں۔ ایک منٹ میں پچیس ہزار چھلکے (flake) گرتے ہیں اور ایک گھنٹے میں دس لاکھ۔ آپ اپنے گرد آلود جسم کے کسی حصے پر انگلی پھیریں تو دراصل آپ اپنے سابق حصے کو تار تار کر ایک راستہ بنا رہے ہیں۔ خاموشی کے ساتھ ہم ہر لمحے مٹی بن رہے ہیں۔

ہم ہر سال اپنے پیچھے ایک پاؤنڈ مٹی چھوڑ جاتے ہیں۔ اگر گھر کو ویکیوم کلینر سے صاف کیا جائے اور اس کے بیگ کے اجزا کو آگ لگائیں تو جلنے کی بو ویسی ہی ہوگی جیسی انسان کے بال جلانے پر آتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کھال اور بال تقریباً ایک ہی شے سے بنے ہیں۔ کیراٹین سے!

اپی ڈرمس کے نیچے زرخیز ڈرمس ہے، جہاں پر کھال کے ایکٹو سسٹم موجود ہیں۔ خون اور لمف کے رگیں۔ اعصابی ریشے، بالوں کی جڑیں، پسینے اور چکنی رطوبت کے غدود۔

اس سے نیچے وہ تہہ ہے جہاں پر چربی ذخیرہ ہوتی ہے۔ یہ کھال کا حصہ نہیں لیکن جسم کا اہم حصہ ہے۔ یہاں پر جسم کی توانائی کا ذخیرہ ہے۔ یہ جسم کو انسولیشن دیتا ہے اور کھال کو باقی جسم سے جوڑتا ہے۔

کسی کو ٹھیک معلوم نہیں کہ جلد میں کتنے مسام ہیں لیکن یہ بہت زیادہ ہیں۔ بیس سے پچاس لاکھ کے درمیان۔ یہ ننھے ننھے سوراخ پسینے کے غدود سے دگنی تعداد میں ہیں اور ڈبل کام کرتے ہیں۔ یہاں سے بال نکلتے ہیں اور چکنی رطوبت بھی۔ یہ پسنے کے ساتھ مل کر سطح کو چکنا کرتے ہیں۔ یہ چکنائی کھال کو نرم بھی رکھتی ہے اور کئی بیرونی جانداروں اور جراثیم کے لیے یہاں رہائش ناممکن بنا دیتی ہے۔

کئی بار یہ سوراخ مردہ کھال اور سوکھی چکنائی کی وجہ سے بند ہو جاتے ہیں۔ تب یہ بلیک ہیڈ کہلاتے ہیں۔ اور کئی بار اگر یہاں انفیکشن اور سوجن ہو جائے تو پھر (pimple) بن جاتے ہیں۔ یہ دانے خاص طور پر نوجوانوں میں اس لیے عام ہیں، کیونکہ باقی غدود کی طرح ان کے رطوبت والے غدود بھی زیادہ فعال ہوتے ہیں۔
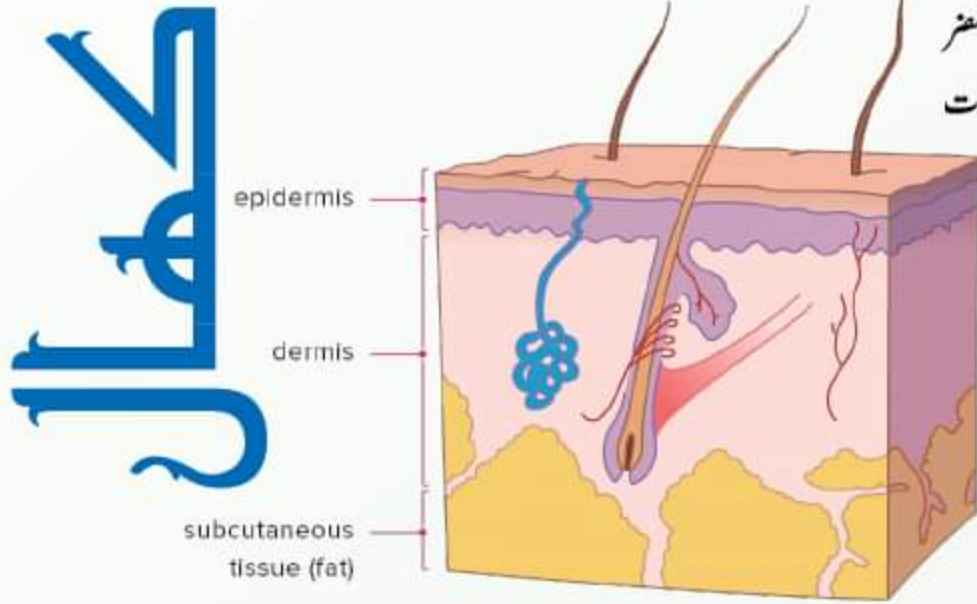
ڈرمس کے اندر کئی اقسام کے رابطہ کار ہیں جو دنیا سے رابطہ رکھتے ہیں۔ اگر ہوا کا جھونکا آپ کے رخسار سے ٹکرایا ہے تو اس کو بتانے والے (Meissners corpuscles) ہیں۔ جب آپ کا ہاتھ گرم پلیٹ کو چھوا ہے تو دراصل (Ruffini corpuscles) نے چیخ ماری ہے۔ (Merkel cells) پریشر محسوس کرتے ہیں جبکہ (Pacinian corpuscles) ارتعاش کو۔

میسنر ہر ایک کے پسندیدہ ہیں۔ یہ ہلکا سا چھوا جانا محسوس کر لیتے ہیں اور جسم کے کئی حساس حصوں میں زیادہ ہیں۔ انھیں دریافت کرنے والے ۱۸۵۲ء کے سائنسدان جارج میسنر تھے۔

ترجمہ و تلخیص: سرو ہارا امبارکر

یہ تمام انتہائی باریکی، نزاکت اور نفاست کے ساتھ کام کرتے ہیں اور ہمیں زندگی کا خوبصورت تجربہ فراہم کرتے ہیں۔ پاکینین (0.00001) ملی میٹر کی حرکت بھی محسوس کر سکتا ہے۔ اور اس کو براہِ راست چھوئے جانے کی ضرورت بھی نہیں۔

اگر آپ بیلچہ ریت میں یا پھر بجری میں ڈالتے ہیں تو آپ اِن دونوں میں فرق کو محسوس کر سکتے ہیں۔ حالانکہ آپ کا براہِ راست رابطہ صرف بیلچے سے ہے۔

اور ایک دلچسپ چیز یہ ہے کہ گیلاہٹ محسوس کرنے کا کوئی الگ ریسپٹر نہیں ہے۔ یہ کام ہمارے تھرمل ریسپٹر کرتے ہیں۔ اگر آپ کسی ایسی جگہ پر بیٹھ جائیں جو نم ہو تو یہ محسوس نہیں کر پاتے کہ یہ گیلی ہے یا صرف ٹھنڈی۔

چھونے کے بارے میں ایک اور دلچسپ چیز یہ ہے کہ ذہن صرف یہی نہیں بتاتا کہ کسی چیز کا احساس کیسا ہے؟ بلکہ یہ بھی کہ اسے کیسا ہونا چاہیے۔ اور یہ وجہ ہے کہ اپنے کسی محبت اور شفقت کرنے والا کا لمس خوشگوار لگتا ہے جبکہ یہی لمس اگر کسی اجنبی کا ہو تو ناگوار۔

اور یہی وجہ ہے کہ خود کو گدگدی کرنا بڑا مشکل ہے۔ (جاری ہے)